تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

۲۵ر جون ۲۰۰۳ء

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں سے تمہاری آزمائش کی جائے گی اور یہ بھی یقین ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننی پڑیں گی، اور اگر تم صبر کرلو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے

(سورۂ آل عمران-۱۸۶)

شفاء خانہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

7/-

Regd. No- LW/NP/63

JUNE 2003

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007

R.N.I. No- UP.URD/2001/6071

Vol.2, Issue No: (6)

مکتوبات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مکتوبات کا مجموعہ، جو مولانا نے اپنے بزرگوں اور دوستوں کے نام لکھے جن میں دعوتی و اصلاحی ہدایات بھی ہیں اور ادبی و سیاسی رہنمائیاں بھی، ان سے مولانا کی وہ فکر سامنے آتی ہے جو مولانا کے آگے کے کاموں کی بنیاد ہے، ان سے مولانا کی علمی و دعوتی کوششوں کا نقشہ سامنے آتا ہے اور عالم اسلام کی دینی و عملی تحریکات کے سلسلے میں مولانا کا مشاہدہ و تصور سامنے آتا ہے، نیز ان میں متعدد معلوماتی پہلو ایسے ہیں جو دوسری جگہ نہیں ملیں گے۔

صفحات: ۳۲۰ قیمت: -/80

ملنے کا پتہ:

مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

Ph:226657

FIT & CO.

Since: 1916

SPECIALIST IN

Suits & Sherwani

Near:- Sardar Sons,
At:Nazirabad, LUCKNOW.

Ph. Nos 2260433- 2242946

جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں

آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gahna Palace

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

تاج

اسلامک جنتری دستیاب ہے

طلب کریں۔ قیمت ۵/-

تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے

Shirt, Trousers Coat Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowrre, Jackets, Kurta, Vastecoat suit, Night suits& ties

شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے موقع کے لئے شاندار ذخیرہ تشریف لائیں

MEN MARK®

Men's Exclusive
58,Halwasia Market.
Hazratganj, Lucknow

Ph.: Shop:216948 Resi.: 227443

لیکوڈین

لیکوریا و جریان میں بیحد مؤثر

حسنی فارمیسی

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

AUTO REFRECTO METER AR-860

فوٹوکرامک ☆ کونیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

جنسی پاور اور دھوپ کے چشموں کا قابل اعتماد مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین: اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Office Ph. No 2787250 (Ext.) 18, Guest House - 2323864 Fax No- 0522-2787310,2788376

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.

Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

تعمیر حیات کی فائل سے

تعمیر حیات کا مقصد

ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسے ندوہ کے تعارف اور اس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت کا بہترین ذریعہ تھے، ندوہ کے قیام کے فوراً ہی بعد ان جلسوں کی بدولت سارے ملک میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور چند ہی سال کے اندر اس نے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی، علماء، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور عامۃ المسلمین سب اس سے برابر دلچسپی اور وابستگی کا اظہار کر رہے تھے، مختلف اسباب میں بنا پر رفتہ رفتہ ان جلسوں کی اہمیت کا احساس اور اس کا اہتمام کم ہوتا گیا، شاہجہانپور اور عظیم آباد وغیرہ کے وہ تاریخی جلسے جنہوں نے مسلمانوں کے سامنے ایک بالکل نیا منظر پیش کیا تھا اور جن کے تذکرہ سے آج بھی دلوں میں حرارت اور امنگ پیدا ہونے لگتی ہے ندوہ کے دار العلوم سے کچھ کم اہم اور ضروری نہ تھے، ان کی بجائے خود بڑی اہمیت تھی اور عام مسلمانوں سے ربط قائم رکھنے، ان کی فکری و دینی رہنمائی اور معاشرتی اصلاح کے کام میں ان سے بڑی مدد مل رہی تھی، افسوس ہے کہ یہ مبارک اور مفید سلسلہ بہت عرصہ سے بند ہے۔

''تعمیر حیات'' کے اجراء کا بڑا مقصد یہ ہے کہ یہ بات کسی نہ کسی درجہ میں حاصل ہو سکے اور مسلمانوں کو یاد دلایا جاتا رہے کہ ندوۃ العلماء کس لیے وجود میں آیا، کن مخلصین اہل نظر نے اس کی بنیاد ڈالی، وہ کس بات کا داعی ہے، اس نے اس بدلے ہوئے زمانہ میں کیا تعلیمی نظام اختیار کیا ہے اور اس کے کیا اسباب ہیں، اس نے کس طرح مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے اور اس کا اس میدان میں کیا کردار ہے، اس نے علوم نبوت کی کس طرح ترجمانی و اشاعت کی ہے اور قرآن و حدیث، فقہ اسلامی، سیرت نبوی اور دوسرے اسلامی علوم کی کیا خدمت کی ہے، اس نے عقل و قلب اور روح کے تقاضوں اور جائز بشری مطالبات، ایمانی کیفیات اور جدید معلومات کو کس طرح باہم جمع کیا ہے اور ان کے موہوم تضاد کو رفع کیا ہے، وہ جدید تمدنی مسائل میں مسلمانوں کی کس طرح رہنمائی کرنا چاہتا ہے اور مغرب کے چیلنج کا اس کے پاس کیا جواب ہے۔

دعا ہے کہ تعمیر حیات اس اہم مقصد کی تکمیل کا ذریعہ بنے اور اس سے دین کی خدمت، اسلام کی حفاظت و اشاعت اور دینی تعلیمی مسائل میں مسلمانوں کی اہم ضروریات کی تکمیل کا کام لیا جائے۔

اس سلسلہ میں سب سے بڑا فرض ندوۃ العلماء کے ان فرزندوں، خادموں اور منتسبین پر عائد ہوتا ہے جو تعلیم حاصل کر کے جا چکے ہیں یا ابھی زیر تعلیم ہیں، وہ اگر توجہ کریں اور اس کو اپنا ایک فرض اور اس تعلق و انتساب کا جائز حق اور مطالبہ سمجھیں جو ان کو ندوہ سے ہے تو تھوڑی کوشش سے یہ بڑا کام انجام پا سکتا ہے اور اس کے ثمرات مسلمانوں کے حق میں ظاہر ہو سکتے ہیں، یہ محض کسی خاص طرز فکر، کسی خاص برادری اور حلقہ یا کسی محدود تعلیمی نقطۂ نگاہ کی خدمت نہ ہوگی بلکہ عین اسلام کی خدمت ہوگی۔

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ بذلک امرت و انا اول المسلمین

(مولانا) ــــــ محمد الحسنیؒ: ۱۰ر جنوری ۱۹۶۴ء

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

جلد نمبر ۴۰ — شمارہ نمبر ۱۶

۲۵ر جون ۲۰۰۳ء مطابق ۲۴ر ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

(زیر سرپرستی)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء)

نگران خصوصی

حضرت مولانا عبد اللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا نذر الحفیظ ندوی
- مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
- مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زر تعاون

سالانہ: -/۱۵۰ روپے ــــــ فی شمارہ -/۷ روپے

ایشیائی ممالک، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ــــــ -/۳۵ ڈالر

ڈرافٹ مینیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام بنوائیں

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Post Box No.93,Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 2787250(Ext) مہمان خانہ (0522)2323864

Website : www.nadwatululama.org

E-mail : nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور رئیس التحریر سے خط و کتاب کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکھ آفسٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

رئیس التحریر کی میز سے

- حیات طیبہ ﷺ کی فریاد — امین الدین شجاع الدین — ۲

اداریہ

- ہوتا ہے شب و روز تماشہ مرے آگے — مولانا عبد اللہ عباس ندوی — ۳

افادات

- پوری زندگی عبادت ہے — حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ — ۴

نظریہ

- صدام حسین کی شکست — مولانا نذر الحفیظ ندوی — ۵

تاریخ اسلام کے دریچوں سے — مولانا شمس الحق ندوی — ۷

اعجاز قرآن

- قرآن پاک ــــــ ایک معجزہ — مولانا عبد اللہ عباس ندوی — ۹

سیرت پاکؐ

- ''نقوش سیرت'' کا ایک ورق — مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۱۲

فکر ابو الحسن علی ندوی

- اقدامی پوزیشن کے داعی — قاضی مجاہد الاسلام قاسمی — ۱۳

فکر و نظر

- مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی — ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی — ۱۴

بصائر و عبر

- ایک ماہ تک زندہ رہنے کا یقین؟ — ڈاکٹر نعیم صدیقی (ابو ظمی) — ۱۵

ملی مسائل

- دار القضاء کا قیام — مولانا عتیق احمد بستوی — ۱۶

شخصیات

- صوفی عبد الرب صاحب — مولانا سید محمد واضح رشید ندوی — ۲۰

دین و دانش

- دینی مزاج — مولانا بلال عبد الحی حسنی ندوی — ۲۳

تعارف و تبصرہ

- ''نقوش سیرت ﷺ - ایک مطالعہ — مولانا رضوان القاسمی — ۲۵
- کتابوں کی دنیا — مولانا محمود حسن حسنی ندوی — ۲۹

آخری صفحہ

- شکایت نہیں عمل — امین الدین شجاع الدین — ۳۲

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارے کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، از راہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

رئیس التحریر کی میز سے

امین الدین شجاع الدین

حیاتِ طیبہ ﷺ کی فریاد

اسلامی تاریخ کے ایک طالب علم سے کہا جائے کہ وہ دورِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے لئے کوئی ایسا عنوان تجویز کرے جس سے اس دور کی تاریخ کا ایک حد تک احاطہ ہو جائے تو اس کا ایک عنوان یہ بھی ہو سکتا ہے..... ''غارِ حراء سے فتح مکہ تک''..... سچی بات یہ ہے کہ اس عنوان کے تحت دورِ نبوت کے نہ صرف سفر کا احاطہ ہو جاتا ہے بلکہ اس سفر کے نشیب و فراز اور اتار چڑھاؤ کی روشنی میں انسانیت کا اور خصوصاً ملت اسلامیہ کا قافلہ اپنی زندگی کی منزلیں بھی حسن و خوبی کے ساتھ طے کر سکتا ہے۔ گویا ''غارِ حراء سے فتح مکہ تک'' کا عنوان ایک ایسا عنوان ہے جو صرف ایک تاریخ نہیں ہے، بلکہ اس سے تاریخ سازی کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ جو محض ایک سفر نہیں بلکہ اپنے آپ میں مشعلِ راہ بھی ہے، لائحہ عمل بھی ہے اور حکمتِ عملی بھی..... زندگی کے ہر موڑ اور ہر گام پر اس میں رہنمائی موجود ہے اور بغیر کسی مبالغہ اور تکلف کے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ''غارِ حراء سے فتح مکہ تک'' کی روشنی میں ایک مہذب انسانی معاشرہ کے لئے مکمل نظامِ حیات اور اس کا عملی خاکہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔

اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنایا، آپ کو خاتم النبیین ٹھہرایا۔ اس لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مختلف مراحل اور مختلف کیفیات و حالات کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ اس میں صلح کی جھلکیاں بھی ہیں اور دفاع کی بھی، حالتِ امن کی بھی اور حالتِ جنگ کی بھی، معتدل حالات کی بھی اور غیر معتدل حالات کی بھی، اپنوں سے واسطہ کی بھی اور بیگانوں سے سروکار کی بھی'' ان جھلکیوں میں جاں نثاروں کے حلقے بھی ہیں اور سازشوں کے نرغے بھی.... امیدیں بھی ہیں اور اندیشے بھی گویا انسانی زندگی کے گوشوں پر محیط ایک ایسی کامل و جامع حیاتِ طیبہ جو رہتی دنیا تک ساری انسانیت کے لئے رہبر و رہنما اور اسوہ و نمونہ ٹھہری! صلی اللہ علیہ وسلم۔ ''غارِ حراء سے فتح مکہ تک'' ایک ورق کا موضوع نہیں، اس کے لئے کتابیں درکار ہیں، لکھنے والوں نے اس موضوع پر لکھا، لکھنے والے اب بھی لکھ رہے ہیں اور مستقبل میں بھی اس پر برابر لکھا جاتا رہے گا۔ موضوع ہی ایسا سدا بہار اور شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسی دلآویز کہ کہنے والا نے کہا اور خوب کہا ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو قصہ مختصر! عرض مدعا یہ ہے کہ بدقسمتی سے ہم مسلمانوں نے جس طرح قرآن کی تلاوت ہی کو کافی سمجھ لیا ہے اور قرآن کو سمجھ کر پڑھنے اور اس میں تدبر کرنے کی ضرورت کو نظر انداز کر دیا ہے، بس اسی طرح جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن پاک نازل ہوا، ان کی سیرت پر بھی میلاد کے کچھ جلسے منعقد کر لینے پر ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ جبکہ اس میں اصل ہے ''فقہ السیرۃ'' صلی اللہ علیہ وسلم! حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غور و خوض کرنے کا ذہن بنانا اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں درپیش مسائل کے لئے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت و روشنی حاصل کرنے کا مزاج اور ذوق پیدا کرنا اصل ہے۔ جس دن امت اپنے تمام تر مسائل کے حل کے لئے قرآن و سنت اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا ذہن و مزاج بنالے گی اور عملی طور پر اسے اپنا ہادی اور رہبر و رہنما تسلیم کر لے گی، وہ دن اس کے لئے کامیابی کی شاہراہ پر چل پڑنے کا دن ہوگا۔

جس طرح قرآن یہ فریاد کر رہا ہے کہ اسے طاقوں پر سجا کر اور آنکھوں سے لگا کر نادان ملت یہ سمجھ بیٹھی ہے کہ وہ قرآن کا حق ادا کر چکی اس طرح سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی آج شکوہ کر رہی ہے کہ اس میں غور و فکر اور تدبر کرنے کا کام اس طرح اور اس پیمانہ پر نہیں ہو رہا ہے جیسا کہ اس کا حق ہے۔ آزمائشوں سے گھری ہوئی، اندیشوں میں گرفتار اور سازشوں کے نرغے میں آپڑی ملت کے لئے ناگزیر ہو گیا ہے کہ وہ اپنے مسائل کے حل کے لئے حیاتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسی طلب و تڑپ اور اسی یقین و اعتماد کے ساتھ رجوع کرے جیسا کہ سخت دھوپ میں ریگستانی صحرا کا ایک جاں بہ لب مسافر پیاس کی شدت سے بے قابو ہو کر چشمۂ صافی کی طرف قدم بڑھاتا اور لپکتا ہے۔

ورنہ گستاخی معاف! ایک طرف حالات کی سنگینی ہے اور دوسری طرف ہماری بے حسی.....، اندیشہ ہوتا ہے کہ مبادا یہ آزمائشیں اس لحاظ سے بھی آزمائش ہو کہ ان میں سچا و پکا ایمان رکھنے والوں کے سفینہ کی حفاظت کا تو فیصلہ ہو جائے اور خاکم بدہن ایمان کا محض زبانی دعویٰ کرنے والوں کا صفایا۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ (۳۸: سورہ محمد) اگر تم روگردان ہو جاؤ تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور لوگوں کو لائے گا جو پھر تم جیسے نہ ہوں گے'' الأمان والحفیظ !!

اداریہ

مولانا عبداللہ عباس ندوی

''ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے''

افغانستان کی تباہی، بغداد کی تاراجی، عالم اسلام کی ذلت و رسوائی کے بعد اب شام کی باری ہے۔ ع

سیلاب گریہ درپئے دیوار و در ہے آج

افغانستان کی مٹی میں غیرت اسلامی پیوست ہے، یہاں سے جو مجاہد اٹھتے وہ اپنے گھوڑوں پر سوار نہروں کو پار اور دریاؤں کو پھاندتے ہوئے جمنا کے کنارے وضو کرتے تھے۔ اسلامی علوم، اسلامی نصاب، احادیث، منطق و فلسفہ، ہیئت اور علم الافلاک کے فضلاء علم و دین کی خیراتیں پورے مشرقی علاقے میں موجودہ پاکستان سے لے کر ہند، بنگالہ و برما تک تقسیم کیا کرتے تھے۔ ان کی تاریخ کو اسلام کی تاریخ سے جدا کر کے اگر کوئی سمجھنا چاہے تو ناکام رہے گا، بیرونی حملہ آوروں کے لئے افغانستان کا علاقہ قبرستان بنتا رہا ہے۔ ان کے اندر کمیونسٹ گھس آئے، مغرب زدہ تہذیب و تمدن کے حامی ملک کا نقشہ بدلنے پر تل گئے، مگر افغان، افغان ہی رہے اور اگر ان سے چند لمحوں کے لئے بھی بھول چوک ہوئی تو آسمان، زمین، پہاڑ ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں..... ''اپنی خودی پہچان..... او غافل افغان!'' آج اس افغان کو نہیں بلکہ اسلامی خمیر سے اٹھی ہوئی مٹی کو برباد کرنے کے لئے ایک ڈرامہ کھیلا گیا، اسلامی جہاد کا مرکز بننے والی زمین کو غرقاب کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ آگ اور لوہے، پھولس کی چھپروں پر برسائے گئے، اور کئی سو برس کے تمدن کو چند ماہ میں ختم کر دیا گیا۔

عراق جس کو بلد الرافدین (دو دریاؤں سے سیراب ہونے والا ملک) اور مامون الرشید کا پایہ تخت عاصمۃ الرشید کہا گیا، جہاں پانچ سو برس تک عباسی خلفاء نے حکومت کی، ان میں اچھے بھی تھے اور برے بھی، ایک کھاتا پیتا خوشحال ملک تھا۔ مگر ڈر تھا کہ کہیں اسرائیل کے لئے مصیبت نہ بن جائے اور اسرائیل کو زندہ رہنے کے لئے یا تو خدا کی غلامی میں آنا تھا حبل من اللہ، یا پھر امریکہ کی پناہ ضروری تھی، حبل من الناس۔

عراق اسرائیل کا حصہ بن جائے تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہوگی۔ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ امریکہ کی کانگریس نے عراق کو فتح کرنے کے لئے ساٹھ بلین ڈالر منظور کئے تھے، وہاں اسرائیل کو فوری مدد دینے کے لئے دس بلین ڈالر منظور کئے گئے جب کہ اس کو آنچ بھی نہیں لگی۔ اور اس سے پوچھا جائے کہ اپنے اسلحہ دکھاؤ..... بے عقلی کی بات ہے۔

بہر حال افسانے کا یہ ایک رخ ہے جو سب دیکھ رہے ہیں، ہم اپنے غم و حسرت کو چھپا بھی نہیں سکتے کیونکہ عراق و شام دونوں اسلامی تاریخ کے عظیم کردار ہیں۔ حکمراں جیسے بھی رہے ہوں محکوم مسلمان تھے۔ عبدالکریم قاسم اور محمد عارف کے ہلاک ہونے کے بعد زمام کار البعث العربی الاشتراکی کے ہاتھ میں آ گئی تھی، دوسرے الفاظ میں 'کمیونزم کا عرب ایڈیشن ——— جس طرح ہندوستان کی آزادی کی جد و جہد کے زمانے میں ''جے ہند'' تحیات (Greetings) کے لئے ایجاد کیا گیا تھا، عراق و شام میں "تحیۃ العروبۃ" تھا۔ بسم اللہ کی جگہ باسم العروبۃ لکھا جانے لگا تھا۔ صدر حکومت اپنے عہدہ کی قسم کھاتا تو اللہ کا نام نہیں لیتا تھا بلکہ اقسم بشرفی و نقتی علیٰ کرامتی (میں اپنے ذاتی شرف اور اپنی عزت کی قسم کھاتا ہوں) حمص اور حما میں سر عام جمعہ کا خطبہ دیتے وقت امام کو اس پاداش میں کہ وہ اللہ کا نام لے رہا ہے، منبر سے گھسیٹ کر نیچے گرایا جاتا اور ایک جگہ اسی مقام پر اس کا شکم چاک کر کے ہلاک کیا گیا۔

استاذہ زینب الغزالی کی المعذبۃ اور انور السادات کی البحث عن الذات اور ۱۹۵۸ء کی ڈائری محمد حسنین ہیکل سابق ایڈیٹر الاہرام پڑھے تو معلوم ہوگا کہ اللہ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ اور اندھیر بھی ہمارے اعتبار سے، ورنہ تاریخ کہتی ہے ع

ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے

افادات ابوالحسن علی ندوی

پوری زندگی عبادت ہے

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ

(سورۃ الانعام: ۱۶۲۔۱۶۳)

(اے محمدؐ! یہ بھی) کہدو کہ میری نماز اور میری عبادت، میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے، اور میں سب سے اول فرماں بردار ہوں۔

اول تو عبادت کا مفہوم سمجھ لیں۔ عبادت کا مفہوم کیا ہے؟ عبادت کا مفہوم ہے کسی کام کو اللہ کی خوشی کے لئے، اللہ کے حکم کے مطابق، اجر وثواب کی لالچ میں کرنا، ہر وہ عمل جو اللہ کی خوشی کے لئے..... اور اتنا ہی کافی نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے اور شریعت کی تعلیم کے مطابق، اور اگر اس میں کوئی سنت ثابت ہے تو اس سنت کے مطابق اس کو ادا کرنا، اجر وثواب کی امید پر، اور اس پر جو وعدے ہیں، ان پر یقین کے ساتھ انجام دینا عبادت ہے، اور یہ بات ہر عادت کو عبادت بنا دیتی ہے، اور یہ روح نکل جائے تو ہر عبادت خالی عادت، اور محض رسم، اور نفس کی پیروی رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک جامع چیز ارشاد فرماتا ہے کہ: "کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بے شک میری نماز، میری عبادت، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔"

پہلے مذاہب کی تقسیم یہ تھی۔ (اللہ کی طرف سے تو نہ تھی) کہ مذاہب والوں نے اپنے انحطاط وتنزل اور انحراف کے زمانہ میں، زندگی۔ وہ دنیا داری بن گئی، مادہ پرستی کی، دولت پرستی کی، طاقت پرستی کی زندگی ہو کر رہ گئی۔ اور عیسائی بالکل اپنے معاشرہ میں، اپنے حدود عیسائیت میں (وہاں مذہب تو عیسائی تھا مگر وہ) شتر بے مہار ہو کر رہ گئے، جس میں فائدہ دیکھتے چار پیسے کا وہ کرتے چاہے مذہب کے بالکل خلاف ہو، مذہب ایک نقطہ بن گیا، سمٹتا سمٹتا جیسے صفحہ پر ایک نقطہ ہو، وہ نقطہ بن کر رہ گیا، چرچ میں جائیں تو وہ عیسائی تھے، اور چرچ میں جائیں تو صرف اتوار کے دن، اور کتنی دیر کے لئے جائیں؟ اور وہاں بھی رسوم زیادہ تر ہوتیں، یوں کرو، اس طرح بیٹھو، اس طرح اقرار کرو گناہوں کا، پادریوں کے سامنے اس طرح بیٹھو، اور گانا بجانا بھی ہو (باقی صفحہ ۳۱ پر)

ہے وہ اللہ کو دے دو، اور جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دے دو، انھوں نے مذہب میں (گویا) رسمی تقسیم کی۔ اور ظاہر ہے کہ "تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی" کہ جب ایسی تقسیم ہوگی تو اللہ کا حصہ کم نکلے گا، قیصر کا حصہ زیادہ نکلے گا، اس لئے کہ اس سے واسطہ ظاہری طور پر پڑتا ہے، اور اس کا ڈر بھی رہتا ہے، معرفت صحیح نہ ہونے کی بنا پر، اور اس کے جو مظاہر ہیں، طاقت کے، اور سلطنت کے، وہ سامنے ہوتے ہیں، اور اس کو راضی رکھنے میں فائدہ بھی زیادہ محسوس ہوتا ہے مادی نگاہوں سے۔

نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ خاص طور سے عیسائیت (جو اسلام سے پہلے کا سب سے آخری دین ہے وہ) عقائد وعبادات کے بہت تھوڑے سے حصہ میں محدود ہو کر رہ گئی، اور ساری

نقطۂ نظر

صدام حسین کی شکست

پس منظر

اسباب ومحرکات

گذشتہ سے پیوستہ

مولانا نذر الحفیظ ندوی

ان تمہیدی فقروں کے بعد جب ہم دستور کے دفعات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اڑتالیس دفعات ہیں اور عام اصول ومبادی کے تحت تیرہ دفعات ہیں، جب کہ پارٹی کی داخلی سیاست کے طریقہ کار کے موضوع پر اکیس دفعات اور خارجہ پالیسی کے عنوان سے تین دفعات اور پارٹی کی اقتصادی پالیسی کو بارہ دفعات میں درج کیا گیا ہے۔

بعث پارٹی نے چونکہ نئے عربی اشتراکی انسان کی تعمیر کا نعرہ دیا تھا اس لئے خاندان، شادی اور ازدواجی زندگی کو دفعہ ۳۰ کے تحت درج کر کے اسے تین بند میں اور دفعہ ۴۲ میں تمام طبقاتی تفاوت کو ختم کرنے کی بات کہی گئی ہے، دفعہ ۴۱ کا عنوان ہے معاشرہ کی ثقافت، اس کی شرح چار بند میں کی گئی ہے، آخری عنوان تعلیم وتربیت سے متعلق ہے جو پانچ دفعات پر مشتمل ہے۔

۱۔ دستور کی تمام اڑتالیس دفعات میں چند اہم دفعات کا خلاصہ اس طرح ہے۔ دفعہ ۳۔ عرب سوشلسٹ پارٹی اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ عرب قومیت ایک ابدی اور زندہ حقیقت ہے اور قومی شعور ہی فرد کو اپنی قوم سے مربوط ومستحکم رکھ سکتا ہے، یہ ایسا مقدس شعور ہے جو تخلیقی قوتوں سے بھرپور ہے۔

دفعہ ۴: عرب سوشلسٹ پارٹی اشتراکیت پر اس لئے ایمان لائی ہے کہ اشتراکیت کی روح عرب قوم پرستی کے اندر سے نکلی ہے اور اشتراکی نظام ایسا مثالی نظام ہے جس کے ذریعہ عربوں کی تمام صلاحیتیں بروئے کار آسکتی ہیں، اس نظام کو اپنا کر ہی مادی ومعنوی ترقی ہو سکتی ہے۔

دفعہ ۱۰: عرب وہ ہے جس کی زبان عربی ہو اور عرب سرزمین پر مقیم ہو یا وہاں زندگی بسر کرنے کی اس کے اندر آرزو ہو، اور عربوں کی طرف اپنے کو منسوب کرنے پر فخر کرے۔

دفعہ ۱۱: جو شخص عربوں کے خلاف کسی نسلی، جماعتی اور گروہ بندیوں کی دعوت دے گا اس کو عالم عربی سے نکال دیا جائے گا۔

دفعہ ۱۵: قومی رابطہ وہ تنہا ذریعہ ہے جو عرب شہریوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور انھیں ایک سانچہ میں ڈھال کر تمام مذہبی، جماعتی، قبائلی، نسلی اور علاقائی عصبیت کو مٹا دیتا ہے۔

تعلیم وتربیت سے متعلق دفعات کے تمہیدی فقروں میں کہا گیا ہے کہ عرب سوشلسٹ پارٹی کی تعلیمی پالیسی کا مقصد ایک ایسی جدید عرب اشتراکی نسل کی تشکیل وتخلیق ہے جو عرب قوم پرستی اور اس کے ابدی پیغام پر یقین رکھے اور جدید سائنٹفک انداز فکر اختیار کرے اور خرافات و رجعت پرستی کے قیود سے آزاد ہو۔

دفعہ ۳۰: خاندان، نسل اور شادی بیاہ سے متعلق ہے، شادی کو ایک ایسے قومی فرض سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی حوصلہ افزائی حکومت پر فرض ہے۔

دفعہ ۴۱: میں چار بند ہیں، اس کا عنوان ہے معاشرہ کی ثقافت، تیسرے بند میں فکری اور فنی کاموں کو تقدیس کا درجہ دیا گیا ہے، چوتھے بند میں قوم پرستی کے حدود کے اندر رہتے ہوئے کلبوں، نوجوانوں کی تنظیموں، سنیما گھروں اور ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع کو استعمال کر کے عرب قوم پرستی کو ترقی دینے کی بات کہی گئی ہے۔

دفعہ ۴۲: میں طبقاتی اونچ نیچ کو مکمل طور سے ختم کرنے کی پوری وکالت کی گئی ہے۔

.....

البعث العربی کے دستور کی تشکیل کے بعد عملی میدانوں میں اس کی تنفیذ کا آغاز کر دیا گیا، شام وعراق میں البعث العربی الاشتراکی کے نام سے یہ پارٹی کام کرتی رہی، ان دونوں ملکوں میں پارٹی کے فکری رہنما میشیل عفلق تھے، مصر میں الاتحاد الاشتراکی العربی نام رکھا گیا اور المیثاق الوطنی کے نام سے اس کا دستور وضع کیا گیا۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اس زمانہ میں (۱۹۶۳ء) جب کہ اس میثاق یا قومی چارٹر کا بڑا شہرہ تھا اس پر مفصل تبصرہ اور تجزیہ کرتے ہوئے ندوۃ العلماء کے ترجمان الرائد کے دو شماروں یکم و ۱۶ راگست میں مضمون لکھا کہ خالص لادینی بنیادوں پر مصری میثاق اور چارٹر اجتماعی انفرادی زندگی کی تعمیر کرتا ہے"..... یہی جملہ پورے مصری دستور کا خلاصہ اور روح ہے، (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو منیر محمد نجیب کی کتاب "الحرکات القومیہ الحدیثہ فی میزان الاسلام اور ڈاکٹر عصمت سیف الدولہ کی کتاب اسس الاشتراکیۃ العربیۃ)

عراقی دستور میں کچھ زیادہ ہی صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ "صدر جمہوریہ" کے لئے ضروری اور فرض ہے کہ وہ اشتراکیت پر ایمان رکھے، عرب قوم پرستی اور سیکولرازم کو اپنا نصب العین بنائے..... دین چونکہ بنیادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اس لئے حزب البعث العربی اپنے تمام ارکان پر زور دیتی ہے کہ وہ سیکولرازم کی ترویج واشاعت پر زیادہ توجہ دیں اور دین سے جو خطرات پیدا ہو سکتے ہیں ان سے چوکنا رہیں، آگے مزید کہا گیا ہے کہ عربوں نے جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعہ مسائل ومشکلات کو حل کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ حاصل نہ ہوا، اب عربوں نے از سر نو جد وجہد کے لئے اپنے کو کمر بستہ کر لیا ہے، اس جد وجہد کے نتیجہ میں ایک

نونہال وارد ہوا ہے جو آہستہ آہستہ پروان چڑھ رہا ہے، ایسا سرکش عرب انسان جو بیمار معاشرہ اور مریض اخلاقی قدروں کو ختم کردے گا۔

جدید عربی تہذیب اور خالص عرب معاشرہ کی تخلیق کے لئے ضروری ہے کہ ایسا عربی اشتراکی انسان تیار کیا جائے جو اس بات پر یقین رکھے کہ اللہ، ادیان، مذہب، جاگیرداری اور سرمایہ داری اور نام نہاد اخلاقی قدروں کی جگہ اب میوزیم میں ہے، اس لئے کہ یہ ممی کی ہوئی لاشیں ہیں۔

شامی فوج کے ترجمان رسالہ" جیش الشعب دمشق" میں ایک شامی جنرل لکھتا ہے" عرب قوم نے الٰہ (معبود) سے مدد طلب کی، اسلام اور مسیحیت کی قدیم قدروں کو ٹٹولا، جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام سے مدد چاہی، ازمنۂ وسطی کے بعض معروف نظاموں کا تجربہ کیا، لیکن ان سب سے ذرہ برابر بھی فائدہ نہ ہوا، اس کے بعد عرب قوم نے اپنی کمر ہمت کس لی اور اپنی نظر بلند کر کے بہت دور نظر ڈالی اور اپنے اس نوزائیدہ بچے کو دیکھنے کی کوشش کی جو اس سے آہستہ آہستہ قریب ہو رہا ہے یہ نوزائیدہ بچہ اشتراکی عرب انسان ہے، وہ تمام بیمار و لاغر قدریں جو معاشرہ میں پائی جاتی ہیں دراصل جاگیرداری، سرمایہ داری اور استعمار کی پیدا کردہ ہیں۔

وہ قدریں جنھوں نے "عرب انسان" کو ست کاہل، پست ہمت، معطل اور تقدیر کے سامنے سر جھکا دینے والا انسان بنا دیا ہے، ایک ایسا انسان جس کو بس صرف لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم کہنا آتا ہے۔

نئی قدریں جو نیا عرب انسان پیدا کریں گی وہ خود اس ستم رسیدہ اور باغی انسان کے اندر سے ابھری ہیں جو ایک بھوکے، ایک نئے انقلابی اور اشتراکی انسان کے وجود سے پیدا ہوتی ہیں، جو انسان صرف انسان پر عقیدہ رکھتا ہے۔

تینوں ملکوں کے دستور میں قدر مشترک کا ہم نے تذکرہ کیا ہے، لیکن اڑتالیس دفعات پر مشتمل میثیل عفلق اور اس کے رفقاء کے بنائے ہوئے دستور کے تجزیے سے حسب ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ عربوں کی پوری طویل تاریخ میں پہلی بار اسلام کو دستور سے الگ رکھا گیا ہے، یہاں تک کہ دین کا لفظ اس پورے دستور میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا خواہ وہ مسیحی دین ہو یا اسلام۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایمان باللہ کا لفظ بھی اس دستور میں نہیں۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ اسلامی فکر اور قومی فکر کے درمیان مکمل علیحدگی اور تفریق ہے حتی کہ اسلام کا ذکر قومی ورثہ کے طور پر بھی نہیں آیا ہے۔

۴۔ اس دستور میں ابدی پیغام کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ استعماری طاقتوں کے مقابلہ میں انسانی تہذیب کو مالا مال کرنا اور اس سے فکری غذا حاصل کرنا عربوں کا اصل مقصد اور پیغام ہے۔

۵۔ اس دستور کی روشنی میں تینوں ملکوں میں جو لٹریچر اور نصاب تعلیم و تربیت تیار کیا گیا اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے بھی عرب تھے اور اسلام کے بعد بھی عرب ہیں، اسلام تو ایک تاریخی مرحلہ ہے جس طرح دوسرے انقلابات اور تحریکیں گذری ہیں اسی طرح اسلام کا معاملہ ہے۔

۶۔ تعلیم و تربیت کے تمام دفعات اور مقاصد میں کہیں بھی دین اور اسلام کا ذکر نہیں آیا ہے بلکہ عرب قومیت کی ترقی ہی کو مقصد اولین قرار دیا گیا ہے۔

۷۔ عربی شخصیت کا ذکر جہاں بھی آیا ہے اس سے مراد جاہلی دور کی شخصیت ہے، آزادی، انسانیت، قومیت وحدت و اتحاد، اشتراکی عدالت اور انقلاب کے جو الفاظ دستور میں آئے ہیں وہ سب فری میسن (یہودی تنظیم) کے دستور میں بھی ہیں۔

۸۔ اشتراکیت سے مراد مارکسیت ہے جیسا کہ اقتصادی و سیاسی نظام کی عملی تنفیذ سے واضح ہوتا ہے۔

۹۔ نسل خاندان اور شادی بیاہ کو قومی فرائض سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن زنا و شراب نوشی و بدکاری کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی گئی۔

۱۰۔ دستور کے تمام دفعات، ذیلی اجزاء اور تمہیدی فقروں کے تحلیل و تجزیے اور مناقشہ کا یہ موقع نہیں لیکن پورے دستور کی روح بتاتی ہے کہ دستور سازوں نے اسلام سے الگ ہو کر سیکولر زندگی کے لئے ایک ایسے متوازی نظام کا خاکہ پیش کیا ہے جس میں عقیدہ، طرز زندگی، قانون سازی، اقتصادیات اور طرز حکومت، سیاست، تعلیم و تربیت اور عدالت و قضاء سب داخل ہیں۔

۱۱۔ اس دستور نے تمام عربوں کو اس بات کی آزادی دی ہے کہ وہ جو چاہیں عقیدہ رکھیں، اسلامی عقیدہ پر ایمان رکھتے ہوئے آپ گرجا گھر بھی جا سکتے ہیں۔

۱۲۔ صرف قومی بنیادوں پر جماعتوں کی تشکیل ہو سکتی ہے، لیکن دینی بنیادوں پر نہیں، تینوں ملکوں کے اس مشترک دستور میں ایسے دفعات ہیں جن میں دینی بنیادوں پر جماعتوں کی تشکیل پر پابندی اور اس کو قابل مواخذہ جرم قرار دیا گیا ہے حتی کہ اس کی طرف نسبت کو بھی مجرمانہ حرکت بتایا گیا ہے۔

۱۳۔ خارجہ پالیسی میں اسلامی ملکوں سے خصوصی تعلقات کا کوئی ذکر نہیں۔

۱۴۔ اس دستور کی بنا پر عیسائیوں کو یہ بہت بڑی کامیابی ملی کی عرب قوم پرستی کا نعرہ دیکر انھوں نے بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو دین و ایمان کے عقیدے سے محروم بلکہ اس کا دشمن بنا دیا جب کی خود مسیحیوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

۱۵۔ عیسائی اپنے اس نظریے کو منوانے میں کامیاب ہو گئے کہ مذہب ایک پرائیوٹ معاملہ ہے اور دین و سیاست دونوں جدا جدا ہیں۔

(اس دستور کو کس طرح تینوں ملکوں میں نافذ کیا گیا..... آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں) ☆☆

وہ درویش کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

مولانا شمس الحق ندوی

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک بہت سے مصاحبین اور علماء کے ساتھ حج کے ارادہ سے مدینہ منورہ پہنچا اور حصول برکت کے خیال سے ایک ہفتہ قیام کا ارادہ کرلیا، اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جیسے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح انسانی قلوب کو بھی زنگ لگ جاتا ہے، قلوب کی صفائی کے لئے نیک صحبت ضروری ہے، قلوب کا یہ زنگ آخرت سے غفلت اور ذکر اللہ سے بے لطفی کی علامت ہے خلیفہ نے اپنے رفقاء سے پوچھا.....

کیا مدینہ منورہ میں ایسی کوئی شخصیت ہے، جس کی تعلیم و صحبت سے ہم استفادہ کریں؟

لوگوں نے کہا، امیر المومنین مدینہ منورہ میں سب سے بڑے عالم شیخ سلمہ بن دینارؒ ہیں جنھوں نے صحابہ کرامؓ کی صحبت پائی ہے اس وقت ان کی حیثیت امام و مقتدا کی ہے، اقطاع عالم سے علماء و محدثین ان کی خدمت میں آیا کرتے ہیں، کثرت ہجوم کی وجہ سے وہ کہیں ملاقات وغیرہ کے لئے باہر نہیں جاتے مسجد نبوی شریف ان کی مستقل قیام گاہ ہے، امیر المومنین کی یاد فرمائی پر ممکن ہے وہ تشریف لائیں؟

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے اپنا قاصد روانہ کیا، اس نے نہایت ادب و احترام سے خلیفہ کا پیام پہونچایا اور زحمت فرمائی کی دعوت دی۔

شیخ سلمہ بن دینارؒ قاصد کے ہمراہ روانہ ہوئے، خلیفہ نے اپنے محل میں شیخ کا نہایت عزت کے ساتھ خیر مقدم کیا اور اپنے قریب بٹھایا اور نازو محبت میں اس طرح شکایت کی۔

ما هذا الجناء يا ابا حازم (ابو حازم ایسی بے رخی کیوں؟) شیخ سلمہ بن دینارؒ نے تعجب سے فرمایا: کیسا ظلم کیسی بے رخی؟

سلیمان بن عبد الملک نے کہا میری آمد پر اہل شہر ملاقات کے لئے آئے لیکن جناب نے زحمت نہ فرمائی؟

شیخ نے فرمایا: امیر المومنین بے رخی تو اس وقت سمجھی جائے گی جب آپ تشریف آوری کا مجھ کو علم ہوتا اور پھر ملاقات نہ کرتا، آپ کی تشریف آوری کا آج ہی علم ہوا جب کہ آپ نے خود یاد کیا، میں آپ کی یاد فرمائی کا شکر گزار ہوں۔

خلیفہ نے شرمندہ ہو کر اپنے ارکان دولت سے کہا، شیخ کی بات صحیح ہے حقیقت یہی ہے کہ میں نے الزام دینے میں عجلت کی، براہ کرم معاف فرمادیں۔

شیخ نے خلیفہ کی معذرت قبول کی۔

پھر خلیفہ نے کہا، جناب سے چند امور دریافت کرنے کی اجازت ہو تو عرض کروں؟ شیخ نے فرمایا، ارشاد ہو۔

خلیفہ نے کہا: یہ کیا بات ہے کہ ہم موت کو پسند نہیں کرتے؟

شیخ نے فرمایا: یہ اس لئے کہ ہم نے اپنی دنیا آباد کرلی ہے اور آخرت کو ویران کر رکھا ہے لہذا آبادی سے ویرانی کیطرف جانا پسند نہیں آتا۔

خلیفہ نے کہا: بے شک یہی بات ہے، پھر کہنے لگا جناب ہم کس طرح جانیں کہ آخرت میں ہمارا کتنا ذخیرہ موجود ہوگا؟

شیخ نے فرمایا: اپنی زندگی کے اعمال کو کتاب اللہ پر پیش کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

خلیفہ نے کہا کس آیت میں اس کا ذکر ہے؟

شیخ نے فرمایا: ان الابرار لفی نعیم، وان الفجار لفی جحیم

(سورہ انفطار: آیت ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: نیکی کرنے والے نعمتوں والی جنت میں ہوں گے اور گناہ کرنے والے دہکتی آگ میں۔

خلیفہ نے کہا: اگر ایسا ہی ہے تو اللہ کی رحمت کہاں رہی؟

شیخ نے فرمایا: ان رحمت اللہ قریب من المحسنین (سورہ اعراف: آیت ۵۶)

ترجمہ: اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔

خلیفہ نے کہا: قیامت کے دن اللہ کے حضور کیسے حاضری ہوگی؟

شیخ نے فرمایا: نیک لوگ تو اس طرح آئیں گے جیسے طویل سفر کے بعد آدمی خوشی خوشی اپنے گھر آتا ہے، اور گنہگار اس طرح جیسا بھگوڑا غلام اپنے آقا کے پاس زبردستی لایا جاتا ہے۔

اس مرحلہ پر خلیفہ رو پڑا اس کی ہچکیاں بندھ گئیں اور آواز بلند ہوگئی۔

خلیفہ نے کہا: جناب پھر ہماری اصلاح کی کیا صورت ہے؟

شیخ نے فرمایا: اپنی شان و عزت کو ترک کردو اور اچھے اخلاق و تواضع سے اپنے آپ کو زینت دو۔

خلیفہ نے کہا: یہ مال و دولت جو ہمارے یہاں ہے اس میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

شیخ نے فرمایا: جب تم حق کے مطابق اس کو حاصل کرو اور اس کو اس کے محل میں خرچ کرو اور اس کی تقسیم میں انصاف سے کام لو، انشاء اللہ تعالی اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

خلیفہ نے کہا: جناب یہ بتایئے کہ سب سے بہتر انسان کون ہے؟

شیخ نے فرمایا: وہ جو تقویٰ اور پاس داری کا لحاظ کرنے والا ہو۔

خلیفہ نے کہا: سب سے بہتر کونسی بات ہے۔

شیخ نے فرمایا: جس شخص سے خوف و اندیشہ ہو اس کو حق بات سنانا۔

خلیفہ نے کہا: وہ کونسی دعا ہے جو جلد قبول ہو جاتی ہے؟

شیخ نے فرمایا: نیک آدمی کی دعا نیک لوگوں کے لئے۔

خلیفہ نے کہا: بہترین صدقہ کیا ہے؟

شیخ نے فرمایا: غریب کا وہ صدقہ جو مصیبت زدہ فقیر کو ملے۔

خلیفہ نے کہا: عقلمند انسان کون ہے؟

شیخ نے فرمایا: وہ شخص جو عبادت الٰہی پر قادر ہوا اور اس پر عمل کیا پھر دوسروں کو اس کی طرف رہنمائی کی۔

خلیفہ نے کہا: اور بے وقوف کون ہے؟

شیخ نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے گنہگار دوست کی ناجائز خواہش پوری کرتا ہو گویا اس نے اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کے لئے فروخت کر دیا۔

خلیفہ نے کہا: جناب کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں تا کہ ہم آپ سے استفادہ کریں اور آپ بھی ہم سے نفع پائیں؟

شیخ نے فرمایا: امیر المومنین اللہ کی پناہ! ایسی کوئی تمنا نہیں ہے۔

خلیفہ نے کہا: ایسا کیوں؟

شیخ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں آپ کی دولت و ریاست کی طرف مائل ہو جاؤں پھر مجھ کو اللہ حیات و موت کا دہرا مزا چکھائے۔

خلیفہ نے کہا: اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر آپ اپنی شخصی ضروریات کا اظہار فرمائیں؟

شیخ نے اس پر سکوت اختیار کیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

خلیفہ نے اپنی گزارش پھر دہرائی، جناب آپ بے تکلف اپنی حاجت ظاہر فرمائیں خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو؟

شیخ نے فرمایا: سنو! میری اول و آخر یہی حاجت ہے کہ آپ مجھے اندیشۂ نارِ جہنم سے بچادیں اور جنت میں داخلہ دلوادیں؟

خلیفہ نے کہا: یہ اختیار تو میرے بس کا نہیں ہے۔

شیخ نے فرمایا: تو پھر آپ سے اور کوئی حاجت نہیں ہے۔

خلیفہ نے کہا: میرے لئے دعائے خیر فرمادیں۔

شیخ نے فرمایا: اے اللہ آپ کا بندہ سلیمان بن عبدالملک آپ کے مقبول بندوں میں شامل ہے تو اس کو دنیا و آخرت کی بھرپور سعادت نصیب فرما اور اگر اس کا شمار آپ کے مردود بندوں میں ہے تو اس کی اصلاح فرما اس کو اپنی مرضیات کی توفیق دے۔

حاضرین میں ایک شخص بول پڑا، اے شیخ امیر المومنین کی شان میں آپ کی جرأت بہت بڑھ گئی ہے، نصیحت و وصیت میں امیر المومنین کا پاس و ادب ملحوظ نہ رکھا، آپ نے امیر المومنین کو دشمنانِ خدا کی فہرست میں شمار کیا اور ان کی اصلاح کی دعا کی۔

شیخ نے فرمایا: برادر زادے آپ نے انصاف سے کام نہ لیا اللہ تعالیٰ نے خود علماء امت سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ ہر جگہ کلمۂ حق ظاہر کر دیا کریں۔

لتبيننه للناس ولا تكتمونه

(سورہ آل عمران: آیت ۱۸۷)

پھر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"امیر المومنین گذشتہ امتوں میں جو لوگ تھے وہ اسی صورت میں خیر و عافیت میں رہے ہیں جب کی ان کے امیر لوگ علماء کرام کے یہاں دین حاصل کرنے ذوق و شوق سے آیا کرتے تھے پھر کچھ عرصہ بعد کم ظرف و برے لوگ علم دین حاصل کرنے لگے اور انھوں نے اہل دنیا سے دنیا طلبی کی اور اس کے لئے ان کی خدمت میں اپنی آمد و رفت جاری رکھی تو امیر لوگ علماء سے بے نیاز ہو گئے جس کے نتیجے میں خود ذلیل و خوار ہوئے اور اللہ کی نظر و کرم سے محروم بھی، اگر یہ علماء اہل دنیا کی دولت و حشمت سے بے نیاز رہتے تو امت کے یہ امراء ان کے علم و عمل کے محتاج ہوتے اور ان کی خدمت میں اپنی حاضری کو سعادت سمجھتے، لیکن ایسا نہ ہوا علماء نے امراء کی رضا و خوشنودی چاہی خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، اس طرح دنیا میں اہل علم کی قدردانی جاتی رہی اور لوگ آخرت سے غافل ہو گئے، خلیفہ نے کہا بے شک شیخ نے سچی بات کہا۔ فجزاکم الله خيرا الجزاء۔"

خلیفہ نے کہا: براہ کرم اپنی نصیحت میں اور اضافہ کیجئے، اللہ کی قسم علم و حکمت کی یہ باتیں میں نے کسی سے نہیں سنی ہیں۔

شیخ نے فرمایا: اگر آپ میں قبول حق کی صلاحیت موجود ہے تو یہ مختصر باتیں ہدایت و نصیحت کے لئے کافی ہیں، اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر میں اپنا تیر بے نشانہ کیوں چلاؤں؟

خلیفہ نے کہا: اللہ کی قسم میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ آپ کی نصیحت قبول کر لوں۔

شیخ نے فرمایا: تو پھر ٹھیک ہے سنو! اپنی آخری نصیحت عرض کرتا ہوں۔

اللہ کی عظمت و جلال کا ہر وقت استحضار رکھو اور اس بات سے دور رہو کہ وہ تم کو ایسے عمل میں دیکھے جس کو وہ پسند نہیں کرتا ہے اور اس بات سے بھی بچو کہ وہ تم کو بے عمل سمجھے۔

اس نصیحت کے بعد شیخ سلمہ بن دینارؒ نے سلام کیا اور رخصت ہو گئے۔ ☆☆☆

اعجاز قرآن

قرآن پاک ـــــ ایک معجزہ

مولانا عبداللہ عباس ندوی کی زیر تصنیف کتاب کا ایک غیر مطبوعہ باب

احکام شریعت کا بیان دیکھئے اور اس کے اس معجزہ کو دیکھئے جہاں عقل انسانی اور قوت بیانی دونوں سپر رکھ دے، بیان ہوتا ہے اس بات کا کہ مردار، بہتا ہوا خون اور خنزیر حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی مصیبت میں پڑ جائے اور بغیر اس کے زندہ رہنا ممکن نہ ہو تو کھا سکتا ہے مگر کتنا کھائے پیٹ بھر کر کھائے، آدھا پیٹ کھائے، کوئی مقرر وزن تک اس کو رخصت ہے، اس کو بیان کرنے کے لئے سوچئے، کیا پیمانہ مقرر کیا جائے کہ شراب کی اجازت تو ہے مگر کتنی مقدار میں یا ایک مقرر مقدار میں استعمال کی اجازت ہے؟ فطرت انسانی کے لئے یا عادت بد کا تقاضہ تو یہ ہوگا کہ چھوٹ مل ہی گئی ہے "آج منھ لب ساغر سے لگا دے میرا" اگر وزن بنایا جائے ایک رطل، دو رطل، چمچہ، دو چمچے تو پہلے وزن میں ہی اختلاف ہوتا، چمچہ کتنا بڑا ہو، ضروری نہیں کہ جو چمچہ یہاں ہے وہی ہر جگہ دستیاب ہو۔ کوئی کہتا اس زمانہ کا رطل آج کا ایک کیلو ہے، کوئی کہتا چمچہ سے چائے کا چمچہ بڑا ہے، کوئی کہتا چمچہ جب بولا جاتا ہے تو اس سے ہمیشہ کھانے کا چمچہ مراد ہوتا ہے، اب چین کا چمچہ یورپ میں، امریکہ کے چمچے ہندوستان میں مختلف ہوتے، کوئی کہتا، چمچہ کا لفظ اتنے وزن کے لئے آتا ہے یا فلاں پیمانے کے ناپ پر آتا ہے، غرض ہوس جو راہ دکھاتی اسی راہ پر چلنے والے چلتے، اب قرآن کا اعجاز دیکھئے ایک معیار بتایا جاتا ہے اس سے زیادہ موزوں و مقرر حد کوئی فقہی قانون تجویز نہیں کر سکتا اور ایسا پیمانہ جو ہر ملک میں، ہر جگہ اور ہر زمانہ میں دستیاب ہو، بوڑھے کو کتنا دیا جائے، جوان کس قدر استعمال کر سکتا ہے، بچے کو اس کی حاجت کے لئے کس قدر دیا جائے، خوراک کی مکمل تعداد جس میں کبھی جھول محسوس نہ ہو اور کسی نفس کو آزادی نہ ملے اور ضرورت بھی انکی نہ رہے فرمایا گیا "غير باغ ولا عادٍ" صرف دو لفظوں میں تعداد مقرر بتادی گئی، جس میں کسی مقام پر اختلاف نہیں ہو سکتا فرمایا گیا: حرام شئے بے تابی اور مجبوری میں استعمال کر سکتے ہو مگر جتنی ضرورت ہے اس سے قطعاً تجاوز نہ ہو اور اپنی خواہش کا دخل نہ ہو، مطلب یہ کہ اگر ایک چمچہ شراب سے جان بچ سکتی ہے تو اس کے بعد ایک بوند بھی لیا تو حرام ہے، اور اضطرار یا بے تابی کی ضرورت رفع کرنے کے بجائے اپنی خواہش کا دخل نہ ہونے پائے، ایسے دو لفظ میں ایک قابل فہم، قابل عمل قانون بتا دینا کس انسان کا کام ہو سکتا تھا؟ یہ تو ہزاروں دانشور اور لاکھوں حساب داں بیٹھ کر مشورہ کرتے جب بھی اتنا جچا تلا پیمانہ نہیں دے سکتے تھے۔

● ایک اور مثال لیجئے یہ قرآن میں ہے جس میں سب سے پہلی بار بتایا گیا ہے کہ علم کی کوئی حد نہیں ہے، علم کی لامحدودیت اور عقل کے لئے بے پایاں وسعت بیان کرنے کے لئے کوئی پیمانہ کوئی مثال سوچئے، کہئے علم سمندروں کی وسعت سے زیادہ وسیع ہے، آسمان زمین سے زیادہ وسیع ہے، جنگل کے درختوں اور درختوں کے پتوں سے زیادہ پھیلنے کی گنجائش رکھتا ہے جو بھی کہئے اور جس قدر سوچ سکتے ہیں سوچئے آخر میں قرآن کا ایک بول سن لیجئے اور جائزہ لیجئے کہ وسعت بیان کرنے کے لئے اس سے بہتر کیا تعبیر ممکن تھی فرمایا گیا "فوق كل ذى علم عليم" "ہر جاننے والے سے اور ایک زیادہ جاننے والا ہے۔" اب اگر کوئی کہے کہ جنگل کے درختوں اور درختوں کے پتوں کا کس کو علم ہے ان کی تعداد کوئی بتا سکتا ہے تو قرآنی آیات بتائے گی کہ اس سے بڑھ کر اس سے اوپر بھی کوئی انسان ہے جو زیادہ جانتا ہے، اگر کہے سمندر کے قطروں، آسمان کے ستاروں میں سے ایک ایک ستارے کا کسی کو علم ہے تو قرآن کہے گا، ٹھہرو اس کے اوپر بھی کوئی جاننے والا ہے، محدود کرنا تو آسان ہے لامحدود کے لئے مناسب ترین جو لفظ ہو بتادے اور ہر زمانہ میں وہ اپنا مطلب بتادے ـــــ اور معجزہ کس کو کہتے ہیں!

علم کے لامحدود ہونے کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے "علم الانسان مالم يعلم" سے بڑی خوبی کے ساتھ اور جوش خطابت اور حقیقت بیانی کے ساتھ استدلال کیا ہے، اس تحریر کے چند جملے ملاحظہ ہوں "عَلَّمَ الانسان مالم يعلم"

"..... اور پھر ایک بہت بڑی انقلاب انگیز اور لافانی حقیقت بیان کی کہ علم کی کوئی انتہا نہیں "علم الانسان مالم يعلم" سائنس کیا ہے؟ "علم الانسان مالم يعلم" ٹکنالوجی کیا ہے، "علم الانسان مالم يعلم" انسان چاند پر جا رہا ہے یہ کیوں؟ "علم الانسان مالم يعلم"، یہ جو خلا کو ہم نے طے کر لیا ہے اور ہم نے دنیا کی وسعتیں سمیٹ لی ہیں اور دنیا کی طنابیں کھینچ لی ہیں اور سورج کی شعاعوں کو بقول اقبال کے گرفتار کر لیا ہے اور ستاروں کے درمیان اپنی رہ گذر پیدا کی ہے، کیا ہے؟ "علم الانسان مالم يعلم" کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے؟

● اسی طرح کسی شئی کی وسعت مکانی کو بیان کرنے کے لئے بے شمار تعبیریں ہو سکتی ہیں، مثلاً کسی حاکم کے قلم رو کی وسعت بیان کرنے کے لئے

ایک تعبیر وہ ہے جو عباسی خلیفہ مامون الرشید نے بادل کو دیکھ کر کہا تھا کہ خواہ تو کسی بھی خطۂ زمین پر برس مگر تجھ سے جو پیداوار ہوگی اس کا خراج ہمارے یہاں آئے گا، گویا اس نے اپنی سلطنت وحکومت کی وسعت کو انتہائی بلاغت کے ساتھ بیان کیا بلاشبہ یہ ایک حسین تعبیر ہے۔ وہ جو ایک زمانہ میں کہا جاتا تھا کہ برطانیہ کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا، یہ بھی وسعت بیان کرنے کی اعلیٰ ترین بلیغ تعبیر ہے، اب قرآن پاک کی ایک آیت لیجئے جس میں جہنم کی وسعت بیان کی گئی ہے

یوم نقول لجھنم ھل امتلات وتقول ھل من مزید (سورۃ قٓ ۳۰)

اس دن کو دھیان میں رکھو جب کہ ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ تو بھر گئی (یعنی تیری مکانی گنجائش ختم ہوگئی) تو وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے؟

یعنی جس قدر دوزخیوں سے اس کا پیٹ بھرا جائے گا، اس کی طلب مزید باقی رہے گی، یہاں بھی ایک لامحدودیت بیان کی جارہی ہے، اب آپ خود موازنہ کر لیجئے کہ انسانی کلام میں جو زیادہ سے زیادہ بلاغت کے ساتھ اور اچھی سے اچھی تعبیر ہوسکتی ہے، اس کی مثالیں بھی آپ کے سامنے ہیں، آپ خود جو سوچ سکتے ہوں وہ بھی سامنے رکھئے اس کے بعد قرآن کریم کی اس تعبیر کو دیکھئے تو قرآن پاک کا اعجازی پہلو نظر آئے گا۔

● ایک مثال اور لیجئے، یہ بات تمام سیرت نگاروں کے مطالعہ میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحری سفر نہیں کیا تھا، اور غوطہ لگانے کا تو آپ کی زندگی میں کوئی سوال ہی نہیں تھا، وہ پورا علاقہ پہاڑوں سے گھری ہوئی وادیوں سے بھرا ہے مگر قرآن نے تاریکی کی نوعیت بتانے کے لئے ارشاد فرمایا ہے:-

او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض، اذا أخرج یدہ لم یکد یراھا، ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور (سورہ النور ۴۰)

"یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر میں اندرونی اندھیرے کہ اس کو ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں، کہ (اگر کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور میسر نہیں ہوسکتا۔"

نبی اُمّی کی زبان مبارک سے اس قدر گہرائی کے ساتھ سمندروں کی اور دریاؤں کی تہ کی تاریکی بیان کرنا قرآن پاک کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے، اسی طرح کائنات کی دوسری مخلوقات جن میں آسمان میں اڑنے والے چھوٹے اور بڑے پرند اور زمین کے اوپر دو پاؤں سے چلنے والے انسان، تین پاؤں سے چلنے والے اور چار پاؤں سے چلنے والے جانوروں کا منظر دکھا دینا اور سب کے وجود کو پانی سے منسوب کرنا آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے ایک اُمّی کے لئے جس نے سوائے اونٹوں اور بھیڑوں کے دوسرے جانوروں کو دیکھا بھی نہ ہو اور یہ بتا دینا کہ سب کا مادۂ تخلیق پانی ہے، قرآن کا معجزہ ہے، ارشاد فرمایا گیا:-

واللہ خلق کل دابۃ من ماء فمنھم من یمشی علی بطنہ، ومنھم من یمشی علی رجلین، ومنھم من یمشی علی أربع، یخلق اللہ مایشاء، ان اللہ علیٰ کل شئ ءٍ قدیر*

"اور اللہ تعالیٰ (ہی) نے ہر چلنے والے جاندار کو (بری ہو یا بحری) پانی سے پیدا کیا ہے، پھر ان میں بعضے تو وہ (جانور) ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، اور بعضے ان میں وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں، اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

● جسم کے اعضاء خواہ وہ انسان کے ہوں یا حیوان کے، کس طرح کام کرتے ہیں یہ ایک بڑا علم ہے جس کے واقف کار ماہرین علم تشریح سمجھے جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک اُمّی تھے، آپؐ کے عہد پاک میں جو دانشور معروف تھے، وہ بھی جس حقیقت کو پا نہ سکے اور قرآن کریم نے ان کو بیان کر دیا، ایک ایسا معجزہ ہے جو عربی جاننے والوں اور نہ جاننے والوں دونوں کو اس کا ادراک ہو سکتا ہے، قرآن کریم نے بتلایا ہے کہ اللہ اپنی قدرت قاہرہ سے خون اور گوبر کے درمیان سے دودھ کی دھار نکالتا ہے جس کو انسان بھی رضا و رغبت کے ساتھ پیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:-

وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصاً سائغا للشربین (النحل-۶۶)

"اور تمہارے لئے مویشی میں بھی غور درکار ہے (دیکھو) ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون کا مادہ ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور (گلے میں) آسانی سے اترنے والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں۔"

قدرت کی جلوہ گری اور اس کی عطا و بخشش کا ہر ذکر، ناواقف انسان کے لئے ایک انکشاف ہے اللہ تعالیٰ اسی ضمن میں فرماتا ہے:-

(الف) ومن ثمرات النخیل والاعناب یتخذون منہ سکرا ورزقاً حسناً ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون*

"اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز

اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل رکھتے ہیں۔"

اور ارشاد فرمایا:-

(ب) وأوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجرو مما یعرشون ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سُبُلَ ربّک ذللا، یخرج من بطونھا شراب مختلف ألوانہ فیہ شفاء للناس، ان فی ذلک لآیۃ لقوم یتفکرون، واللہ خلقکم ثم یتوفکم، ومنکم من یرد الی أرذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیأً، ان اللہ علیم قدیر*

(النحل ۶۸-۶۹-۷۰)

"اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں، اور جو لوگ عمارتیں بنائے ہیں ان میں، پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر، پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو آسان ہے، اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جسکی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے، اور بعضے تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں (جس کا اثر یہ ہوتا ہے) کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بیخبر ہو جاتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ۶۳ سال کی ہوئی آپ نے اپنے عہد پاک میں ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو بڑھاپے کی وجہ سے اس قدر معذور ہو گئے ہوں کہ سب کچھ جاننے کے بعد ہر چیز سے بیگانہ ہو گئے ہوں، اس حقیقت کو قرآن کریم نے کتنے اچھوتے انداز میں مختصر سے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے، جس سے بہتر انداز میں دنیا کی کسی زبان میں اس جیتی جاگتی حقیقت کو بیان نہیں کیا جن کا جاننا امیوں کے لئے نایاب بات تھی اور اب بھی ہے۔ یہ قرآن کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟

مزاج بشریت کی تصویر

اللہ تعالیٰ نے انسانی سرشت کی تخلیق جس طرح کی ہے اس کو سمجھنے کے لئے عمریں ناکافی ہیں اور جو کچھ انسانی قوت فہم میں ہے اس کو بیان کرنے کے لئے سیکڑوں جلدیں ناکافی ہیں مگر ان کو جب قرآن کریم میں بیان کیا تو چند لفظوں میں پوری داستان کائنات آگئی، اور کروڑوں برس سے آباد دنیا اس کی گواہ ہے کہ اس میں کبھی کسی زمانہ میں کسی مقام پر تخلف نہیں ہوا۔

سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات میں ملائکہ کا حق تعالیٰ سے ایک مکالمہ نقل کیا گیا ہے، یہ عربی کا انداز کلام ہے کہ بات کو سمجھانے کے لئے مکالمہ کا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے۔

ابتدائے آفرینش میں انسانی سرشت کو اس طرح بیان فرمایا گیا کہ ملائکہ سے جیسے مکالمہ ہو رہا ہے اسی مکالمہ میں فرمایا گیا:-

قالوا أتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک (البقرۃ-۳۰)

"(فرشتے) کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اور خونریزیاں کریں گے، اور ہم برابر تسبیح کرتے ہیں، بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی۔"

اس معجزانہ اسلوب کے ساتھ دو لفظوں میں انسانی نفسیات اور مزاج بشریت کی تصویر آگئی، اور جس کا تجربہ انسان اپنی تاریخ کے ہر دور میں کرتا رہا ہے، اور جہاں جہاں وہ آباد ہے اس کا مشاہدہ کرتا رہا ہے کہ انسان کے اندر مالک اور خدا بننے کی ہوس ہمیشہ رہتی ہے اسی وجہ سے وہ بنی ہوئی چیز کو بگاڑنے اور خون بہانے کا عادی رہا ہے، فساد اور سفک دماء سے پوری داستان حیات بھری پڑی ہے، تاریخ کا کوئی لمحہ تلاش کر کے بتایئے جب خون کا بہانا کم ہوا ہو، اور لوگوں نے بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

انسان کے ہاتھوں انسان کے قتل کئے جانے کا واقعہ قابیل سے شروع ہوا جنہوں نے ہابیل کا خون بہایا، اس کے بعد سے کوئی روز بلکہ کوئی لمحہ ایسا خالی نہیں گیا ہے، جس میں کسی نہ کسی انسان کا قتل نہیں ہوا ہو، بے دردی کے ساتھ خون نہیں بہایا گیا ہو۔ میری نظر سے ہلاکو خاں اور چنگیز خاں کی غارت گری کی چند مثالیں گذری ہیں۔ خیال ہوا کہ اپنے موضوع کی وضاحت کے لئے چند صفحات نقل کردوں۔ مگر یہ نظر آیا کہ شکست وریخت اور اجتماعی قتل اور برسات کے پانی کی طرح انسانی خون کے بہائے جانے کی داستانیں کیا اپنے ملک میں کچھ کم ہیں، ہمیں ایران، توران جانے کی کیا ضرورت ہے؟ کون سا ملک اور کب "سفک دماء" کے حوادث سے خالی رہا ہے، اگر مثال کے طور پر چند واقعات بیان کروں تو ایسا ہوگا کہ آفتاب کی کرنوں کا اثر ایک بند کمرہ میں دیکھ کر ہم لوگوں کو دکھانا چاہیں، اسی طرح کس دور کی تاریخ خالی رہی ہے جس میں انسان کے خون کو انسان نے بہایا نہ ہو؟ دیکھنے کی بات صرف یہ ہے کہ اس عالم گیر حقیقت کو ایک امی کی زبان سے صرف دو جملوں میں ادا کرایا جاتا ہے، اور مزاج بشریت کی تصویر اس طرح کھینچی جاتی ہے جس کی حقیقت بیانی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور نہ بیان کرنے کی معجزہ بیانی سے انکار ممکن ہے۔

''نقوش سیرتؐ'' سے ایک ورق:

سیرت نبویؐ میں اعتدال وتوازن

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ہمارے حضور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام میں اعتدال کا طریقہ اختیار کرنے کو پسند فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "خیر الأمور أوسطها" معاملات میں بہتر وہ ہیں جو درمیانی ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے متعدد موقعوں پر از خود اپنے عمل سے بتایا اور توجہ دلائی۔

آپؐ کے پاس تین صحابیؓ بڑے ایمانی جذبے کے ساتھ آئے۔ ایک نے کہا کہ رات رات بھر میں عبادت کیا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں روز روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے رکھتا ہوں اور روزے سے خالی دن بھی چھوڑتا ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں، جو میرے طریقے پر نہیں وہ ہم میں نہیں ہے۔ اسی طرح حج کے موقع پر ایک صحابی کہ میں بیمار ہوگئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ میں سوچتا ہوں کہ اپنا سارا مال ومتاع اللہ کی راہ میں صدقہ کردوں، آپؐ نے فرمایا، سارا مال صدقہ نہ کرو۔ انھوں نے کہا کہ نصف صدقہ کردوں، آپؐ نے فرمایا نصف نہ کرو، انھوں نے کہا ایک تہائی کردوں، فرمایا ایک تہائی کرسکتے ہو اگرچہ وہ بھی زیادہ ہے، دیکھو! تم اپنے بچوں کے لئے اتنا مال چھوڑ جاؤ کہ وہ اس سے اپنا کام چلاسکیں یہ بہتر ہے اس بات سے کہ تم ان کو فقیر کی طرح چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

اسی طرح ایک صاحب اپنی ضرورتیں مانگ کر پوری کرتے تھے آپؐ نے ان سے کہا کہ تمہارے پاس کچھ سامان ہے، انھوں نے بتایا کہ ایک پیالہ ہے اور ایک چادر، آپؐ نے کہا کہ لاؤ۔ آپؐ نے اس کا نیلام فرمایا، وہ دو درہم میں فروخت ہوا، آپؐ نے ایک درہم ان کو دیا کہ اس سے تم اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرو، اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خریدی اس میں دستہ لکڑی سے کاٹ کر خود لگایا اور ان صاحب کو دیا کہ اس سے لکڑی کاٹ کر لایا کرو اور فروخت کیا کرو اور اس طرح اپنی کمائی سے کام چلایا کرو۔

ایک طرف آپ کا یہ انداز تھا، دوسری طرف یہ تھا کہ دو بھائی تھے ایک بھائی کام کاج اور محنت کرتے، دوسرے بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دین سیکھنے کے لئے حاضری دیتے تھے تو ایک روز کام کرنے والے بھائی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ میرے بھائی ہیں ہاتھ نہیں بٹاتے اپنا سارا وقت آپ کی خدمت میں ہی رہ کر گزار دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم کو کام سے جو آمدنی ہوتی ہے کیا عجب ہے کہ تمہارے ان بھائی کے دین سیکھنے کی برکت ہی سے ہو رہی ہو۔ یعنی آپؐ نے محسوس کرلیا کہ وسیلہ اختیار کرنے کے باوجود رزق اللہ دیتا ہے اسی کی مرضی کا کام ہو تو برکت ہوتی ہے ورنہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہے۔

حضرات انصار رضی اللہ عنہم زراعتی کام کرنے والے تھے جہاد اور دوسرے دینی کاموں کے تسلسل سے وہ کاشتکاری اور باغبانی کو ایک عرصہ تک کوئی زیادہ وقت نہ دے سکے ایک موقع پر وہ یہ محسوس کر کے کہ ہم اب اپنی کاشتکاری وغیرہ میں مسلسل لگ سکتے ہیں، ادھر متوجہ ہوئے تو ان کے کمائی کے کام میں لگ جانے سے اسلام کے بڑھتے ہوئے قافلہ کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوجانے کا خطرہ تھا اس لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا "وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" کہ اپنے کو تباہی میں نہ ڈالو، یعنی اگر تم دنیا کی طرف (اگرچہ وہ جائز ہے) دین کا کام چھوڑ کر لگ گئے تو یہ تمہارے لئے تباہی کی بات ہوگی۔

یہ تھا وہ اعتدال اور درمیان کی راہ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ڈالا تھا اور اس کی تربیت دی تھی کہ اپنی دنیاوی زندگی کی حسب ضرورت فکر رکھو اور اپنے دین کے حق کو بھی پوری طرح ادا کرو۔ آپؐ نے فرمایا: "الدين يسر" کہ مذہب آسان ہے، اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے مذہب کو آسان بنادیا ہے اس پر پوری طرح عمل کرنا آسان ہے، دین پر پورا عمل کرنے سے برکت ہوتی ہے اور اللہ کی نصرت کے وعدے پورے ہوتے ہیں، امت محمدیہ کے لئے اس میں آسانی ہے اور یہی اس فلاح کی راہ ہے۔

اسلام میں دین ودنیا دونوں کی رعایت رکھی گئی ہے، اس میں آسانی کے ساتھ اعتدال بھی ہے اس طرح دین پر عمل آسانی اور خوبی کے ساتھ ہوتا ہے، آدمی کو ایسے مجاہدے نہیں کرنا پڑتے کہ اس کی طاقت سے باہر ہوں، یہ ایسی نعمت ہے کہ کسی دوسرے مذہب میں نہ ملے گی، اس کے بعد مسلمانوں کا دین پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنا بہت عجیب بات بھی ہے اور افسوس کی بات بھی ہے۔

فکر ابوالحسن علی ندوی

وہ امت کو اقدامی پوزیشن میں لانے کے داعی تھے

(مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ کی ایک تحریر سے ماخوذ)

..... چونکہ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ وحدت امت کی فکر کے علمبردار تھے اس لئے ان کا طریق عمل بھی منفرد وممتاز تھا، انہوں نے افراد، جماعتوں، مسلکوں، گروہوں اور فرقوں کی باہمی کشاکش اور عصبیتوں سے بہت بلند ہوکر ایک نئی بلندی کی طرف پرواز کرنے، توحید کے چشمہ صافی کی طرف پلٹنے، کلمہ طیبہ کے سایہ تلے آنے، نبی کی زندگی وتعلیمات، نبی کی محبت کو مقصد اولین بنانے کی دعوت دی، تاکہ یہ امت، امت واحدہ کہلانے کی مستحق بن سکے۔ ان کے اندر وسعت وتحمل اور اپنے اندر سمو لینے، جذب کر لینے کی غیر معمولی طاقت تھی، اسی لیے ان کے اخلاق حسنہ، حسن سلوک سے مختلف الخیال، مختلف الفکر افراد بھی متاثر ہوکر گرویدہ ہوجاتے تھے۔ ان میں معاف کرنے، "وأن تعفوا أقرب للتقوى" پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ وافر تھا، جو انسانوں کے دلوں پر مرہم رکھ دیتا تھا۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی امت مسلمہ پر افتاد اور مصیبت آپڑتی، خواہ بوسنیا ہو یا افغانستان یا کوئی اور خطہ، تو ان کے ذاکر قلب کی حدت وتپش میں بہت اضافہ ہوجاتا، سوز اور ذکر کی لہریں دور تک فضاؤں میں لہراتیں، وہ سجدہ ریز ہوکر امت کی حفاظت وبقاء کے لئے دعا کرتے، امت مسلمہ پر ٹوٹ پڑنے والے کوہ غم میں وہ شیریں آواز میں امت کو پکارتے اور کہتے:

"وأنتم الأعلون ان كنتم مؤمنين"

اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
تقدیر امم کیا ہے؟ کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا

پوری دنیا میں امت مسلمہ کو جن پریشانیوں کا سامنا ہے اس سلسلہ میں وہ سنن ابوداؤد میں مروی اس حدیث کو اپنی تقریروں اور تحریروں میں کثرت سے بیان کیا کرتے تھے:

''قریب ہے کہ قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح اپنے پیالہ پر کھانے والے ٹوٹتے ہیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہماری تعداد اس وقت کم ہوگی، آپ نے فرمایا: نہیں، تمہاری تعداد بڑی ہوگی لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی طرح بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ تمہارے دشمن کے دل سے تمہاری ہیبت اور خوف نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ''وَهن'' ڈال دے گا، کسی نے عرض کیا، حضورؐ! ''وَهن'' سے کیا مراد ہے، آپؐ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔''

حضرت حسن بصریؒ نے لکھا ہے کہ فقیہ اصلاً وہ ہے جو دنیا سے منہ موڑنے والا، آخرت کی فکر کرنے والا، دین کو مضبوط پکڑنے والا، رب کی والہانہ بندگی کرنے والا، متقی، مسلمانوں کی عزت سے کھلواڑ نہ کرنے والا، مسلمانوں کے مال کو ہاتھ نہ لگانے والا، مسلمانوں کا خیر خواہ ہو۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو حضرت مولانا علی میاں نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی، ان کی پوری حیات مبارکہ اس کی شہادت دے رہی ہے کہ وہ حضرت حسن بصریؒ کے فقہ کے بارے میں بیان کردہ خدوخال، نقش وخصال کے عین مطابق تھے، اس لئے واقعۃً وہ فقیہ زماں تھے۔

مولانا کی فکری رہنمائی اور دینی بصیرت کے سلسلہ میں اتنا کہنا کافی ہوگا کہ وہ مسائل کی تہ تک پہنچ کر اصل سبب دریافت کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنی تحریروں میں جابجا عالم اسلام کی سیاسی قیادت اور وہاں کے حکام کے رجحانات وميلانات کے بارے میں صاف صاف لکھا ہے کہ اس وقت جس طبقہ کے ہاتھ میں زمام کار آئی ہے، وہ مغربی تہذیب کو مثالی اور انسانی تجربات کی آخری منزل اور حرف آخر سمجھتا ہے، وہ اس کو زندگی کی تنظیم کی آخری کوشش سمجھتا ہے اور انسانی مسائل کے حل کا آخری کامیاب تجربہ سمجھتا ہے اور اس کو اسلام کے نظام کا قائم مقام خیال کرتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اسلام کا نظام اپنی ساری افادیت کھوچکا ہے، اب اس کو دوبارہ اس کارگاہ میں لانے کی زحمت دینا صحیح نہیں۔ عرب ممالک نے اپنے گلے میں غلامی کے ایسے بھاری طوق وسلاسل ڈال لئے اور فکری، علمی، سیاسی، اقتصادی حیثیت سے انہوں نے اپنے کو مغرب کا ایسا دست نگر بنادیا کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ ملک میں اس ملک کی رہنے والی قوم حکومت کررہی ہے اور عہدے کسی غیر قوم کے پاس نہیں ہیں، اس کے سوائے کسی معنی میں بھی ان قوموں کو آزاد نہیں کہا جاسکتا، یہ ہے وہ زندہ سوال جو اس وقت ایک شعلہ کی طرح، ایک بھڑکی ہوئی آگ کی طرح تمام اسلامی ممالک میں پھیل چکا ہے۔

وہ امت مسلمہ کو اقدامی پوزیشن میں لانے اور مغربی تہذیب کو اسلامی تہذیب میں رنگنے کے سب سے بڑے داعی ونقیب ہیں، چنانچہ ان کی حتمی رائے کے مطابق عصر جدید میں مغربی تہذیب اپنے ارتقاء کے آخری نقطہ پر پہنچ گئی ہے، اس وقت تاریخ جدید کا سب سے بڑا انقلاب انگیز قدم اور وقت کا سب سے اہم اور مقدس کام خود تہذیب جدید کی رہنمائی اور اس میں زندگی کی نئی روح پھونکنا، اس کو صالح مقاصد اور سفر کی صحیح منزل عطا کرنا، نیز اس کو نبوت کی عطا کی ہوئی ایمان ومحبت کی دولت سے آشنا کرنا ہے۔ ❁❁❁

فکر و نظر

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ حضرت خالد سے منسوب ہے عیسائیوں سے ایک جنگ کے موقع پر ان کے ساتھی نے انہیں یہ خبر دی کہ ایک لاکھ عیسائی سپاہی اور آگئے ہیں اس موقعہ پر حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ اگر میرے گھوڑے ابرہہ کے سم ٹھیک ہوتے تو میں کہتا اتنے ہی اور لے آؤ۔ دراصل عالم اسلام کا مسئلہ نہ وسائل کا ہے نہ تعداد کا، مسئلہ صرف ایک ہے یعنی مضبوط ایمان والے افراد کا

''مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی''

لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے ملک ان کے زیر حکمرانی ہیں ان کے احکامات کی پابندی کیجاتی ہے لیکن اکثر خدا اور رسول کے باغی ہیں شریعت اسلامی سے انہوں نے منہ موڑ رکھا ہے انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق اسلام کا جدید ایڈیشن تیار کردیا ہے ان کے گھر، ان کے خاندان ان کی اولاد تک کا اسلام سے اگر کوئی تعلق ہے تو رسمی یا مصالحتی۔ اسلام نے جو تاریخی کردار ادا کیا وہ کسی مخصوص طبقہ یا برادری یا علاقہ تک محدود نہیں تھا۔ اس نے جس معاشرہ کی طرح ڈالی اس میں معاشی اور اقتصادی مسائل کو بیک سیٹ پر رکھا۔ ایمان اور اسلامی شریعت کو ڈرائیونگ سیٹ پر رکھا۔ جدید دور نے صورت حال پلٹ دی ہے اب سارا زور معاشیات پر ہے انسان ہزار خرابیوں کے ساتھ اگر معاشی اعتبار سے مستحکم ہے تو وہ کامیاب سمجھا جارہا ہے لیکن اسلامی تاریخ اس کی نفی کرتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے صرف نظر کرلیا جائے مسئلہ یہ ہے کہ ترجیحی بنیاد پر پہلی اہمیت کس کی ہو اور اس کے بعد کس کو دی جائے ایمان بظاہر ایک مختصر لفظ ہے لیکن یہ پوری زندگی پر حاوی ہے پوری زندگی کھونٹے پر گھومتی ہے زندگی کی آخری سانس تک کوئی اس کے تقاضوں یا حدود سے اپنے کو جدا نہیں کرسکتا۔ خواہ وہ سربراہ مملکت ہو یا ادنی درجہ کا خادم، تر جر ہو یا کاشتکار، مزدور ہو یا کارخانہ دار، طبقۂ علماء ہو یا مدارس کے طلباء جدید تعلیم کے ماہرین ہوں یا ٹکنالوجی او سائنس کے ماہرین ہر ایک براہ راست ایمان کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کا پابند ہے۔

مسلم ممالک کا ان کے سربراہوں کا یا دولتمندوں عوام و خواص یہاں تک کہ علماء اور دینی حلقوں کا جائزہ لیا جائے تو پوری بات آسانی سے سمجھ میں آجائیگی کہ حقیقت کی اے پانی کہاں مر رہا ہے۔

اسلام سے انکار کسی کو نہیں ایمان پر سب قائم ہونے کے مدعی ہیں۔ لیکن عملی زندگی اس سے بالکل مختلف رہے، دینی حلقے جنہیں دین پڑھنے اور سمجھنے کا زیادہ موقع ملا وہ بنیادی سے زیادہ فروعی اختلاف میں نہ صرف خود باہم دست گریبان ہے بلکہ عوام و خواص کے درمیان بھی خلیج پیدا کردی ہے اسلام سے زیادہ مسلکی امور پر زیادہ زور دیا جانے لگا ہے۔

اس کے نتیجہ میں مصنوعی حصار قائم ہوگئے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں جہاں اسلامی یکجہتی کا سبق پڑھایا جانا چاہئے وہاں بھی تفریق کا سبق پڑھایا جارہا ہے۔ ایک عقیدہ کے باوجود آپس میں فاصلے قائم رکھنے کی تلقین کی جارہی ہے۔ اس سے ملت سیسہ پلائی دیوار کے تصور سے بھی نا آشنا ہے ایک مسلم ملک دوسرے مسلم ملک کے لئے اجنبی ہے۔ اس کا پورا فائدہ غیر خاص طور پر بڑی طاقتیں اٹھارہی ہیں۔ وہ اندرونی طور پر نئی نئی پالیسیوں کے جال میں انہیں پھنسادیتی ہیں حکمرانوں سے جب عوام بدگمان ہوکر ان کے مخالف ہوجاتے ہیں تو حکمراں پھر انہیں بڑی طاقتوں کے دامن میں پناہ لینے پر مجبو ہوتے ہیں اس آوا گون نے تمام مسلم ممالک میں اور دنیا کے دوسرے بھی بہت سے ملکوں میں عدم استحکام پیدا کررکھا ہے۔

قیادت کے بحران میں تین اہم بنیادی فیکٹرس ہیں نظام تعلیم جو ایمان کی حقیقت سے محروم ہے خود اعتمادی کی کمی۔ اپنے وسائل سے پورا فائدہ نہ اٹھانے کی عدم صلاحیت غیر ملکی طاقتوں کی محتاجی کوئی بھی قیادت اگر اس حقیقت سے صرف نظر کرتی ہے تو مستقل بحران کا شکار رہے گی، جو حکومت یا قیادت مسلسل بحران میں مبتلا رہے گی وہ نہ اپنے مسائل حل کرسکتی ہے اور نہ دوسروں کی رہنمائی کا فرض انجام دے سکتی ہے۔

اکیسویں صدی میں قیادت کا بحران تمام تر داخلی ہے خارجی کم ہے۔ اندرونی طور پر جب تک تعلیم کے چار محاذوں پر بحیثیت مجموعی یکساں توجہ اور سرمایہ کاری نہیں کی جاتی اس بحران سے نکلنا مشکل ہے۔

عمومی و عوامی تعلیم، دینی مدارس، لڑکیوں کی تعلیم عصری اور جدید تعلیم، مربوط طریقہ پر اسلام سے وابستگی اور جدید تقاضوں کا پورا لحاظ رکھ کر اگر یہ کام کرلیا جائے تو ہر سطح پر استحکام یقینی ہے بڑی سے بڑی سازش بھی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ہر کام تناسب چاہتا ہے کسی ایک محاذ پر پوری قوت جھونک دینے سے بھی مسائل حل ہونے والے نہیں ہیں۔ اور نہ پیوند کاری سے کوئی نتیجہ نکلنے والا ہے دنیائے اسلام جن مشکلات کا شکار ہے اس کے بنیادی اسباب پر توجہ کئے بغیر منزل مقصود تک رسائی مشکل ہے۔ ❁❁❁

بصائر و عبر

کیا آپ کو ایک ماہ تک زندہ رہنے کا یقین ہے؟

ڈاکٹر نعیم صدیقی ندوی (متیم ابوظہی)

دمشق کے بازاروں میں ہر طرف رونق ہی رونق تھی، عید کی تیاریاں بڑے زور و شور سے جاری تھیں، شہر کے چھوٹے بڑے سب خریداری میں مصروف اور نئی نئی پوشاکیں خرید رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بچہ محل سرا میں روتا ہوا داخل ہوا، ماں اپنے جگر گوشہ کو یوں روتا دیکھ کر بے قابو ہوگئی، اور رونے کا سبب پوچھا ''دیکھئے نا! میرے بابا کے وزیروں اور اعلیٰ ملازمین کے بچے عید میں پہننے کے لئے کتنے اچھے اچھے کپڑے خرید رہے ہیں'' ننھے بچے نے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔ ''آپ مجھے ہاتھ سے دھلے کپڑے پہن کر عیدگاہ جانے کو کہہ رہی ہیں'' یہ کہہ کر بچہ پھر زور زور سے رونے لگا۔

ماں سب کچھ سمجھ گئی اور خود بھی اشک بار ہوگئی ،آخر وہ بھی تو امیر زادی تھی، نہایت گلوگیر آواز میں اپنے بلکتے ہوئے لعل سے بولی:

''ہاں بیٹا! میں سب کچھ منگوادوں گی، اب تم سوجاؤ''

تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ امور خلافت سے فارغ ہوکر محل سرا میں داخل ہوئے ،استراحت کے لئے لیٹنا چاہتے تھے کہ بیوی نے غمگین لہجہ میں کہا:

''امیر المؤمنین !میری جان آپ پر فدا، اگلے ہفتہ عید آرہی ہے بچہ نئی پوشاک کے لئے بہت بے چین ہے، ابھی روتے روتے سویا ہے۔''

''تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے صرف سو درہم مشاہرہ ملتا ہے'' خلیفہ وقت نے سر جھکا کر فرمایا'' اس ماہانہ رقم میں کھانے پینے کا گزارا اور ملازم کی تنخواہ بڑی مشکل سے پوری ہوتی ہے، کچھ پس انداز ہو تو کپڑوں کی باری آئے۔''

''رہا بیت المال'' لمحہ بھر توقف کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ پھر گویا ہوئے۔'' وہ تو صرف غریبوں، فقیروں، یتیموں اور بیواؤں کا حق ہے، میں تو صرف اس کا امین ہوں، اس کا تو خیال کرنا بھی گناہ ہے۔''

''بے شک میرے سرتاج!'' وفاشعار بیوی نے مجسم تصویر غم بن کر عرض کیا ''لیکن بچہ تو نا سمجھ ہے، ضد کررہا ہے، ذرا اُدھر دیکھئے نا، بچہ کے موٹے موٹے آنسو کے نشان اب تک رخساروں پر ہیں۔''

خلیفۃ المسلمین نے تڑپتے دل کے ساتھ ایک لمحہ سوچا اور بولے'' دیکھو فاطمہ! اگر تمہارے پاس کوئی چیز ہو تو اس کو فروخت کردو۔ بچوں کی خوشی پوری ہوجائے گی۔''

''امیر المومنین!'' فاطمہ نے یاس و غم میں ڈوبی ہوئی آواز میں عرض کیا'' میرے تمام زیورات تو آپ نے بیت المال میں جمع کرادیے ہیں، بلکہ وہ بیش قیمت ہار بھی جو میرے والد نے بطور یادگار مجھے دیا تھا، آپ نے جمع کرادیا ہے''۔

امیر المؤمنین نے سر جھکا لیا بڑی دیر تک سوچتے رہے۔ ماضی کے دریچوں سے اپنا بچپن، جوانی، اپنی خوش پوشی اور نفاست و لطافت کو یاد کرتے رہے، وہ زمانہ بھی یاد آیا کہ جو لباس ایک بار پہن لیا وہ دوبارہ زیب تن نہیں کیا۔ جس راستے سے گزر جاتے وہ گھنٹوں خوشبوؤں سے مہکتا رہتا۔ ایک عبا نہیں۔ سیکڑوں عبائیں پڑی رہتی تھیں غرض اپنے حسین ماضی کو سوچتے سوچتے امیر المؤمنین کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

فاطمہ اپنے عزیز شوہر کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے چین ہوگئیں۔ عرض کیا'' امیر المؤمنین! مجھے معاف کردیجئے''۔

''نہیں فاطمہ ایسی کوئی بات نہیں ہے بس ذرا مجھے اپنا بچپن یاد آگیا تھا'' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بے قرار بیوی کو دلاسہ دیا۔ پھر بیت المال کے داروغہ کے نام ایک خط لکھ کر ملازم کو دیا اور کہا کہ ''ابھی یہ خط لے کر داروغہ کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ تمہیں دیں وہ احتیاط سے لے کر آنا'' خط میں لکھا تھا کہ'' مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی بھیج دیں'' تھوڑی دیر کے بعد ملازم خالی ہاتھ واپس آگیا۔ فاطمہ کا دل دھک سے ہوگیا ملازم خط کے جواب میں داروغۂ بیت المال کا جوابی خط لے کر آیا تھا جس میں تحریر تھا:

'' خلیفۃ المسلمین! آپ کے حکم کی تعمیل سر آنکھوں پر، لیکن کیا آپ کو معلوم ہے اور کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہ سکتے ہیں؟ اور جب یہ یقین نہیں تو پھر غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کے مال کا حق کیوں پیشگی اپنی گردن پر رکھتے ہیں؟''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ جواب پڑھ کر بے چین ہوگئے، آنکھوں میں آنسو آگئے اور بے ساختہ فرمایا'' اے داروغہ! تم نے مجھے ہلاکت سے بچالیا۔ اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے''۔

اگلے ہفتہ عید اپنی تر رعنائیوں کے ساتھ آئی، دمشق کے بازاروں اور امراء کے (باقی صفحہ ۱۹ پر)

روبرو

امین الدین شجاع الدین

بورڈ ملت کے مفاد کا پابند ہے اور رہے گا

بابری مسجد تنازعہ سے متعلق کانچی کے شنکراچاریہ کے خط کے پس منظر میں

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے ایک گفتگو

سوال: ۷/جون کو ہوئی شنکراچاریہ سے آپ کے ملاقات کی نوعیت کیا تھی؟ اس ملاقات کی کچھ تفصیلات۔

جواب: گزشتہ سال کانچی کے شنکراچاریہ جی نے بابری مسجد کے تنازعہ کے سلسلہ میں ایک فارمولہ پیش کیا تھا جس پر مسلم پرسنل لا بورڈ نے کچھ وضاحتیں چاہی تھی لیکن ان کی طرف سے مطلوبہ وضاحتوں کے آنے میں تاخیر ہوتی چلی گئی اور ان کے موصول نہ ہونے پر بورڈ نے اس فارمولے کو خارج از بحث قرار دیا۔

شنکراچاریہ جی کی کوششوں کا سلسلہ اس سال بھی شروع ہوا اخبارات سے اس طرح کی خبریں معلوم ہوئیں، وہ کس کس سے ملے مجھے معلوم نہیں، اور چونکہ بورڈ کا موقف بھی معلوم تھا اس لئے ملاقات کا خیال میرے ذہن میں نہیں تھا، لیکن ادھر جبکہ میری علالت کا سلسلہ چل رہا تھا، شنکر اچاریہ جی نے میری عیادت کے لئے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہم نے بچنے کی کوشش کی، لیکن بہرحال وہ اپنی قوم کی ایک بڑی شخصیت ہیں تو اس لئے عیادت کے نام پر زیادہ انکار نہیں ہوسکتا تھا، چنانچہ وہ تشریف لائے، اور اخلاقی نوعیت کی باتیں ہوئیں، ندوہ کے متعلق بھی انھوں نے معلوم کیا اس ملک میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہموطنی کے اچھے تعلقات کی ضرورت بھی ظاہر کی جس کی میں نے تائید کی، اس ضمن میں بابری مسجد تنازعہ کا تذکرہ انھوں نے کرنا چاہا اس پر میں نے ان سے کہا کہ اس سلسلہ میں خود بات نہ کرسکوں گا، ذاتی طور پر یہ میرے مناسب نہیں، آپ اگر بات ضروری سمجھتے ہیں تو لکھ کر مجھے بھیج دیجئے میں بورڈ کی مجلس عاملہ کو دیدوں گا اس کے ارکان اس کو دیکھ کر غور اور بحث کر سکتے ہیں ان کا جو جواب ہوگا، وہ میں آپ کو بھیج دوں گا، اس کو انھوں نے قبول کرلیا اور کہا کہ چار پانچ روز میں ہم تحریر بھیجیں گے ۱۳ روز گزرنے پر ان کا متعلقہ خط آیا، میں نے حسب وعدہ اس کو بورڈ کی مجلس عاملہ میں پیش کرنے کے لئے محفوظ کردیا اور عاملہ کی نشست بلائی ہے اس خط میں کیا تجویز ورائے ہے چونکہ وہ عاملہ میں پیش کرنا ہے اس لئے عاملہ کے جلسے سے قبل ظاہر کرنا صحیح نہیں، کیونکہ قبل از وقت ہر کس ناکس کے تبصروں اور رایوں کا دروازہ کھل جاتا اس لئے اس کے مضمون کو بھی بند رکھا گیا ہے جو عاملہ کی نشست میں کھلے گا، اور اسی وقت سب کے علم میں بھی آجائے گا۔

سوال: شنکراچاریہ جی کی آپ سے ملاقات پر یہ نکتہ آفرینی کی جارہی ہے کہ بروقت قومی پریس میں اس کی کوئی خبر کیوں نہیں دی گئی؟

جواب: شنکراچاریہ صاحب کی آمد اور ملاقات کو میں نے قومی پریس میں نہیں دیا تھا، کہ یہ مجلس عاملہ کے جلسے سے قبل کوئی فائدہ مند بات نہ تھی، اور بے ضرورت پریس والوں کے سوالات و پوچھ تاچھ کا سلسلہ چل جاتا جس کا کچھ فائدہ نہ تھا لیکن شنکر اچاریہ صاحب نے میری ملاقات کے دو روز بعد اپنے ایک جشن کے سلسلہ میں یہ بیان دے دیا کہ علماء سے بات چیت ہورہی ہے اور اس تنازعہ پر تقریباً ایک معاہدہ ہوجانے کا امکان ہے، ان کے یہ بیانات ایسے تھے

جو ہندوؤں کے متعصب اور جارح طبقہ کے خیالات سے مشابہت رکھتے تھے، ان باتوں سے مسلمانوں کے حلقہ میں ایک بے چینی سی پیدا ہوئی، علماء کے حلقہ سے ملنے کی انھوں نے جو بات کہی اس کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان کی مجھ سے ملاقات کی نوعیت کو ظاہر کردوں تاکہ میرے متعلق کوئی غلط فہمی نہ ہو اور لوگ یہ جان لیں کہ مجھ سے ملاقات ہوئی لیکن انھوں نے عیادت کی تھی میں نے مذکورہ موضوع پر ان سے بات چیت نہیں کی اور نہ میری طرف سے کوئی وعدہ یا تائید ہوئی میں نے بیان میں کہا کہ بابری مسجد تنازعہ کے سلسلہ میں میری کوئی بات چیت نہیں ہوئی اور یہ کہ جب انھوں نے بات کرنا چاہا تو میں نے ان سے اپنی طرف سے معذوری ظاہر کی کہا اور کہا کہ وہ اپنی بات تحریری طور پر بھیج دیں۔

سوال: شنکر اچاریہ جی کی طرف سے جو خط موصول ہوا ہے اس سلسلہ میں آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

جواب: شنکر اچاریہ جی کے اس خط میں مضمون کیا ہے، یہ بورڈ کی مجلس عاملہ کی میٹنگ ہونے پر ظاہر ہوگا البتہ ان سے نہ تو میرا کوئی وعدہ ہے اور نہ تو قبل از وقت مجلس عاملہ کا وعدہ ہے، اگر اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو مسلمانوں کے حق میں ہوگی تو اس کی تائید کی جاسکتی ہے اور اگر کوئی چیز ایسی ہے جو مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے تو عاملہ اسے مسترد کرسکتی ہے۔

سوال: ایک اعتراض یہ ہے کہ بورڈ کا موقف عدالت کے فیصلہ پر انحصار کا رہا ہے۔ پھر فارمولہ یا گفتگو کیسی؟

جواب: میرا یہ عمل بورڈ کے اصول سے ہٹا ہوا عمل نہیں ہے یہ ایک سادہ سا عمل ہے جو ہمارے بورڈ کی پالیسی کے مطابق ہے، مقدمہ زیر سماعت ہے، کھدائی بھی ہورہی ہے، لہٰذا مناسب بات تو یہی ہے کہ کورٹ کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے، کیونکہ متنازعہ مسائل میں عدالت یا حکم سے فیصلہ کرایا جاتا ہے اور یہی مناسب ہوتا ہے لیکن اس سب کے باوجود اگر معقول انداز میں کوئی معقول مشورہ یا بات چیت کی طلب کسی ذمہ دار کی طرف سے آتی ہے تو بورڈ نے اس کا دروازہ بند نہیں کیا ہے، بورڈ ملت کے مفاد کا پابند ہے اور رہے گا، اور اس کے پیش نظر بورڈ اقدام کرے گا، اس طرح مسلمانوں کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے برادران وطن کے ساتھ اچھے روابط قائم کرنے کی کوششوں سے بورڈ کو اعتراض نہیں، اس ملک میں جہاں ہندو اور مسلمان ساتھ ساتھ رہتے ہیں، مناسب اور معقول طریقہ اختیار کرتے ہوئے اس کوشش میں ہرج نہیں۔ بلکہ ٹکراؤ کے بجائے مناسب ہے کہ مسائل باہمی بات چیت سے حل ہوں یہ عمل مفید ہوتا ہے اور بورڈ اس اصول پر احتیاط کے ساتھ عمل کرنے کو برا نہیں سمجھتا۔

سوال: اس موقع پر قومی پریس اور لوگوں کی طرف سے غیر ذمہ دارانہ تبصرے کئے گئے، اس پر آپ کا تأثر؟

جواب: بابری مسجد کا مسئلہ چونکہ خاص وعام سب کا مسئلہ بن چکا ہے اس لئے جب بھی اس سلسلہ میں کوئی بات سامنے آتی ہے تو مختلف لوگ مختلف تبصرے اور تأثر ظاہر کرتے ہیں اور جب لوگوں کو پوری بات معلوم نہیں ہوتی اور قومی پریس پورے طور پر بات کو تمام تر پہلوؤں کے ساتھ پیش نہیں کرتا تو غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، اس مرتبہ بھی یہ ہوا کہ مختلف اطراف سے اپنے اپنے اندازوں کے مطابق بیان دیئے گئے اور میرے اس عمل کو جو محتاط اور سنجیدہ عمل تھا، اس کو مختلف معنی پہنائے گئے اور موافق ومخالف بیانات آئے میں ان پر تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ آج کل ٹیلی فون اور دوسرے ایسے ذرائع ہیں کہ کسی الزام کو سن کر یا کسی شبہ کو محسوس کر کے بآسانی تحقیق کی جاسکتی ہے کہ واقعی بات کیا ہے، اس کے بعد تبصرہ یا تنقید کرنے کو مناسب کہا جاسکتا ہے اس سلسلہ میں متعدد حضرات نے بے احتیاطی بلکہ بڑی بے احتیاطی اختیار کی حالانکہ اسلام کا صریح حکم ہے کہ تحقیق کے بغیر کسی پر الزام لگانا یا برے معنی نکالنا ٹھیک نہیں ہے۔

فکر امروز

اپنے سماج کی جلد خبر لیجئے

قوموں کی زندگی کے اتار چڑھاؤ اور دنیا کی تاریخ پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ قومی اور سیاسی زندگی میں سوسائٹی ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے۔ صحیح اخلاقی اور پختہ سیاسی سمجھ اور ایک اچھی سوسائٹی حکومت کو پیدا کرتی ہے، اس کی تنظیم کرتی ہے، اس کو ترقی دیتی ہے۔ نراج سے اس کی حفاظت کرتی ہے، جب اس کی رگیں خشک ہونے لگتی ہیں اور اس میں بڑھاپے کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں تو اس کی رگوں میں تازہ اور گرم خون پہنچاتی ہے۔ اس کو وقت پر ذمہ دار، پرجوش اور کام کے آدمی دیتی ہے۔ حقیقت میں مہذب و منظم سوسائٹی جو یقین کی دولت، اصول و اخلاق کا سرمایہ، فرض کا احساس اور ایثار و قربانی کا جذبہ رکھتی ہے، وہ سرچیون ہے جس سے خوشحالی، آزادی اور ترقی کی نہریں نکلتی ہیں۔ اور پورے ملک کو ہرا بھرا رکھتی ہیں، اگر سوسائٹی میں اخلاق کی گراوٹ و بے اصولی اور خود غرضی، خوشامد، طاقت و دولت سے مرعوبیت، بزدلی اور ظلم کا چلن عام ہو جائے تو یوں سمجھئے کہ زندگی کا سوتا خشک ہو گیا۔ اور قومی زندگی کے درخت کو گھن لگ گیا، حکومتوں کا الٹ پھیر طاقت کی بہتات، ملک کی پیداوار تعلیم کی ترقی اور ظاہری دھوم دھام کوئی چیز اس قوم کو تباہی سے نہیں بچا سکتی۔ جب کسی درخت کی رگیں اور جڑیں سوکھ جائیں اور وہ اندر سے کھوکھلا ہو جائے تو اوپر سے پانی ڈالنے سے کام نہیں چلتا۔

ملک کا سب سے بڑا مسئلہ جس پر عام سیاسی رہنماؤں اور ملک کے سچے خیر خواہوں کو پوری توجہ کرنی چاہئے وہ ہے ملک کی اخلاقی اصلاح، سماجی سدھار، اور ذمہ داری کا احساس، یاد رہے جب سوسائٹی اخلاقی طور پر دیوالیہ اور معنوی حیثیت سے کھوکھلی ہو جائے تو اس کو نہ حکومت بچا سکتی ہے نہ جمہوری نظام نہ ایک زبان اور ایک کلچر۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

☆ مکۃ المکرمہ مسجد الحرام (خانہ کعبہ) میں طواف کی جگہ کی توسیع کے منصوبے پر عملدرآمد شروع کر دیا گیا ہے یہ منصوبہ آئندہ رمضان المبارک سے قبل مکمل ہوگا، یہ اعلان مسجد الحرام اور مسجد نبوی کی اعلیٰ انتظامیہ کے سربراہ شیخ صالح الحصین نے سعودی پریس ایجنسی سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس توسیع کی بدولت پہلی منزل اور چھت سے طواف کرنے والوں کے لئے مزید سہولت ہو جائے گی۔

☆ مکۃ المکرمہ کے خطیب و امام مسجد الحرام شیخ ڈاکٹر خیاط نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ مصائب و مشکلات میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں، من گھڑت باتوں کو رواج نہ دیں اور حقائق سے آگہی حاصل کریں، جمعہ کی نماز میں حرم شریف میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پختہ ایمان والے ہی آزمائش میں پورے اترتے ہیں، مسجد نبوی کے امام شیخ علی الحذیفی نے کہا کہ خدا ترسی ہر آفت کے موقع پر بہترین زادراہ ہے اور بہترین ہتھیار ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمان اپنی دعاؤں میں فلسطین کے مظلوم مسلمانوں، عراقی بھائیوں کو بھی یاد رکھیں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دکھ و درد کو دور کر دے۔

☆ واشنگٹن عراق کے خلاف فوجی کاروائی کے امریکی معیشت پر منفی اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے ہیں اور امریکی معیشت کو بڑا دھچکا لگا ہے، محکمہ محنت کے حکام کے مطابق مارچ ۲۰۰۳ میں ایک لاکھ ۸ر ہزار ملازمین کو ملازمتوں سے فارغ کیا گیا، تاہم اس ماہ کے دوران بیروزگاری کی شرح گذشتہ ماہ کی سطح پر ہی برقرار رہی، صدر بش کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے اب تک امریکا میں ۲۱ لاکھ افراد اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں جب کی نجی شعبہ سخت پریشانی میں مبتلا ہے، پرائیویٹ سیکٹر کو خدشہ ہے کہ جنگ کے باعث ٹیکسوں میں اضافہ ہو سکتا ہے جس سے ان کی آمدنی متاثر ہوگی، امریکی خبر رساں ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق مینوفیکچرنگ سیکٹر سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے جہاں مارچ میں ۳۶ ہزار افراد کو اپنی نوکریوں سے ہاتھ دھونے پڑے، رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس شعبے کے بے روزگار ہنرمندوں کی تعداد ۳۰ لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے، رپورٹ کے مطابق خدمات کے شعبے میں مارچ کے مہینے میں ۹۴ ہزار آسامیاں ختم کر دی گئیں جب کہ اس شعبے میں پہلے ہی ۲ لاکھ ۵۶ ہزار بے روزگار موجود ہیں، عراق پر حملے کے بعد امریکا میں ریسٹورنٹس اور بار سب سے زیادہ متاثر ہوئے اور ان کو کاروبار میں زبردست نقصان اٹھانا پڑا جب کہ سرکاری ادارے اور فضائی کمپنیاں شدید مالی بحران میں مبتلا ہیں، دریں اثنا ڈیموکریٹ رہنماؤں کا کہنا ہے کہ صدر بش کی معاشی پالیسیاں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہیں، گذشتہ ۱۸ ہفتوں سے امریکا میں بے روزگاروں کی کل تعداد ۸۴ لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے، معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ اس بحران میں سب سے زیادہ صارفین کا شعبہ متاثر ہوگا جو کل امریکی معیشت کا ایک تہائی ہے، اکانومی ڈاٹ کام کے ماہر معاشیات مارک زندی کا کہنا ہے کہ اس صورتحال سے لگتا ہے کہ آنے والے دنوں میں یہ بحران مزید گمبھیر ہوگا اور یہ ملکی معیشت کے ہر شعبے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

☆ لندن (جنگ نیوز) مختلف ممالک سے شائع ہونے والے عربی زبان کے اخبارات نے اپنے تبصروں میں کہا ہے کہ دنیا بھر میں امریکا مخالف جذبات میں اضافہ ہو رہا ہے، مصر کے الاخبار کے مطابق اس جنگ کے نتیجے میں عرب دنیا اور مغرب کے تعلقات کو جو نقصان پہنچے گا اس کی تلافی بہت مدت تک بھی نہیں ہو سکے گی، شام کے اخبار الشورہ کے مطابق اتحادی افواج کو بین الاقوامی دنیا میں تنہا ہونے کا خدشہ ہے جب کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ دنیا بھر میں امریکا مخالف جذبات میں اضافہ ہو رہا ہے، امریکا انسانیت کے مستقبل کے لئے دہشت گردی اور خطرے کا ماخذ ہے، مصر کے اخبار الجمہوریہ کا کہنا ہے کہ امریکہ دنیا کے جمہوریت اور انسانی حقوق کا احترام کرنے کو کہہ رہا ہے لیکن خود وہ ان کی پامالی میں مصروف ہے، متحدہ عرب امارات کے اخبار البیان کے مطابق عراق کے خلاف جنگ سے پانچ لاکھ سے زائد بچے خطرے میں ہیں اور انہیں نفسیاتی مدد کی ضرورت ہے، لندن کے اخبار الحیات کے مطابق شام اور ایران کو امریکی دھمکیاں دیگر ممالک کے خلاف اس کی طاقت کے استعمال کی خواہش کا مظہر ہیں، سعودی عرب کے اخبار الجزیرہ کے مطابق بین الاقوامی برادری کے قابل احترام اراکین کو چاہئے کہ وہ انسانیت کو بچانے اور پاگل پن روکنے کے لئے اقدامات کریں، لندن کے اخبار الشرق الاوسط کے مطابق عراق کے خلاف جنگ، جس کے ہمسایہ ممالک تک پھیلنے کا بھی خدشہ ہے، کو روکنے کے لئے مختلف ممالک کے مابین روابط شدید ہو رہے ہیں، لیبیا کے اخبار الشمس کا کہنا ہے کہ جنگ نے عرب ڈپلومیسی کی زبان خاموش کر دی ہے۔

❁❁❁

ملی مسائل

دارالقضاء کا قیام

ایک اہم دینی وسماجی ضرورت

مولانا عتیق احمد بستوی
(کنوینر دارالقضاء کمیٹی مسلم پرسنل لا بورڈ)

نظام قضاء کی اہمیت وضرورت

انصاف قائم کرنا، حقوق کی حفاظت اور اسلامی شریعت کے احکام کی تنفیذ امت مسلمہ کا اہم ترین فریضہ ہے، اللہ کے اتارے ہوئے قانون کو زندگی میں نافذ کرکے ہی ہم قیام عدل کے فریضہ کو انجام دے سکتے ہیں اور مسلمانوں کی زندگی کو اسلامی اساس پر منظم کر سکتے ہیں، وہ مشینری جو اللہ کی شریعت کو انسانوں پر نافذ کرتی ہے اور ان کے باہمی تنازعات کو خدا کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصل کرتی ہے شریعت کی اصطلاح میں اسے "قضاء" کہتے ہیں اور جو شخص اس منصب پر فائز ہو اسے "قاضی" کہتے ہیں۔

اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کرنا انبیاء کرام، اہل اللہ اور علماء کا شعار رہا ہے، اس لئے کہ وہ کتاب اللہ کے محافظ ہیں۔

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (مائدہ-۴۴)

"ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے اس کے مطابق حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو، اور حکم کرتے تھے اہل اللہ اور علماء اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے، سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو۔"

سیدنا داؤد علیہ السلام کو اس کا حکم دیا گیا۔

یا داؤد انا جعلناك خليفة فی الارض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله۔ (سورہ ص-۲۶)

"اے داؤد! ہم نے بنایا تجھے نائب ملک میں، پس فیصلہ کر لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ اور نہ چل خواہش نفس پر کہ وہ تجھ کو بھٹکا دے اللہ کے راستے سے۔"

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم دیا گیا کہ لوگوں کے باہمی نزاعات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے قانون کے ذریعہ کریں۔

وانزلنا اليك الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه فاحكم بينهم بماانزل الله ولا تتبع اهواء هم عما جاء ك من الحق (مائدہ-۴۸)

"اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی، تصدیق کرنے والی سابق کتابوں کی، اور ان کے مضامین پر نگہبان سو تو حکم کر ان کے درمیان، موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے، اور ان کی خواہشات پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا۔"

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کریں اور اپنے باہمی نزاعات کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹائیں، اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کا یہی تقاضا ہے اور اسی میں خیر اور انجام کی خوبی ہے۔

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم فان تنازعتم فى شئى فردوه الى الله والرسول ان كنتم تومنون بالله واليوم الآخر ذلك خير واحسن تاويلا۔ (نساء-۵۹)

"اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑا پڑے تم میں کسی امر میں تو اس کو لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر، یہ بات اچھی ہے، اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔"

حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی شریعت کی اتباع کی جائے، دوسروں کی خواہشات کی پیروی نہ کی جائے۔

ثم جعلناك على شريعة من الامر فاتبعها ولا تتبع اهواء الذين لا يعلمون۔ (سورۃ الجاثیہ-۱۸)

"پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک راستہ پر دین کے کام

کے سو تو اسی پر چل اور مت چل نادانوں کی خواہشوں پر۔"

مومن کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے نزاعات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم تسلیم کرے اور ان کے فیصلوں کے سامنے بہ رضا ورغبت سر تسلیم خم کر دے اور شرعی قاضی اللہ اور رسول اللہ ہی کا نمائندہ ہوتا ہے، اسے من مانے فیصلے کا اختیار نہیں ہے بلکہ وہ اسی کا مکلف ہے کہ زیر فیصلہ مقدمہ میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ظاہر اور نافذ کرے۔

ارشاد باری ہے:

فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجا مماقضيت ويسلموا تسليما۔ (نساء-۶۵)

"سو قسم ہے تیرے رب کی، وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے، پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔"

جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کی طرف بلایا جائے تو ان کا طریقہ بس یہی ہونا چاہئے کہ سمع وطاعت کا اظہار کریں اور اس پر عمل کریں یہی ان کے لئے فلاح کا راستہ ہے۔

انما كان قول المومنين اذا دعوا الى الله ورسوله ليحكم بينهم ان يقولوا سمعنا واطعنا واولئك هم المفلحون۔ (سورہ نور-۵۱)

"ایمان والوں کی بات یہی ہے کہ جب بلایئے ان کو اللہ اور رسول کی طرف فیصلہ کرنے کو ان کے درمیان تو کہیں کہ ہم نے سن لیا اور حکم مان لیا اور یہی لوگ فلاح والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کو فیصلہ کی بنیاد نہ بنانا سخت وعید کا موجب ہے، اس طریقہ کو قرآن نے کہیں کفر، کہیں ظلم اور کہیں فسق سے تعبیر کیا ہے،

ومن لم يحكم بماانزل الله فاولئك هم الكافرون (مائدہ-۴۴)

"اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں کافر۔"

ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الظالمون۔ (مائدہ-۴۵)

"اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں ظالم۔"

ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون۔ (مائدہ-۴۷)

"اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔"

ایک طرف ایمان کا دعویٰ اور دوسری طرف اللہ ورسول کے قوانین سے گریز کی قرآن نے سخت مذمت کی ہے۔

الم تر الى الذين يزعمون انهم آمنوا بما انزل اليك وماانزل من قبلك يريدون ان يتحاكموا الى الطاغوت وقد امروا ان يكفر به ويريد الشيطان ان يضلهم ضلالا بعيدا۔ (نساء-۶۰)

"کیا تو نے دیکھا، جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اترا تیری طرف اور جو اترا تجھ سے پہلے، چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف حالاں کہ حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے۔"

واذا دعوا الى الله ورسوله ليحكم بينهم اذا فريق منهم معرضون۔ (نور-۴۸)

اور جب ان کو بلایئے اللہ اور رسول کی طرف کہ ان کا آپسی قضیہ چکا دے تب ہی ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے لگتا ہے۔

مسلم اقلیتی ممالک میں دارالقضاء کا قیام

اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پیروی اور باہمی نزاعات میں قانون الٰہی کو فیصل قرار دینے کا مطالبہ صرف ان مسلمانوں سے نہیں ہے، جو مسلم اکثریتی ممالک میں آباد ہوں بلکہ دنیا کے تمام مسلمانوں سے خواہ وہ کسی بھی ملک اور خطہ ارض میں رہتے ہوں خواہ وہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، ہر ملک کے مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے نزاعات کا فیصلہ اور تصفیہ کرانے کے لئے نظام قضا قائم کریں اور قاضی کے فیصلوں کو بسر وچشم تسلیم کریں، مسلمانوں کا جذبہ ایمانی اور قانون شریعت کا احترام وہ زبردست قوت ہے، جو مادی قوت سے محروم ہونے کے باوجود مسلم سماج میں اسلامی شریعت کے نفاذ کو یقینی بناتا ہے، سیدنا عمر فاروقؓ نے اہم ترین مکتوب میں سیدنا ابوموسیٰ

اشعری کو تحریر فرمایا کہ قضا محکم فریضہ اور قابل تقلید سنت ہے۔

مسلمانوں کو زندگی میں خاص کر ان کے معاشرتی مسائل میں بہت سے ایسے امور ہیں جن کا فیصلہ قاضی ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے مثلاً اگر حرمت مصاہرت کی صورت پیدا ہو جائے یا نکاح کے بعد رضاعت کا علم ہو اور ان دونوں صورتوں میں شوہر ازدواجی تعلقات ختم کرنے پر تیار نہ ہو یا عورت خیار بلوغ کا حق استعمال کرنا چاہے یا مفقود الخبر شخص کی بیوی اپنا نکاح ختم کرنا چاہے تو ان تمام شکلوں اور ان کے علاوہ کچھ دوسری شکلوں میں بھی اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ قاضی کا فیصلہ حاصل کیا جائے ورنہ معاشرہ بدترین گناہوں کا گھر بن جائے گا ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں قضا کا قیام ایک ناگزیر ضرورت قرار پاتا ہے جس کے بغیر شریعت کا قیام ممکن نہیں اسی لئے ہر مسلم معاشرہ پر نظام قضا کا قیام فرض اور ضروری ٹھہرا۔

دور حاضر میں مسلمانوں کی کم از کم ایک تہائی تعداد ان ملکوں میں آباد ہے جہاں زمام اقتدار دوسروں کے ہاتھ میں ہے اور مسلمان اقلیت کی حیثیت میں وہاں آباد ہیں ان میں سے بعض ممالک (مثلاً ہندوستان) کے مسلمانوں کی تعداد بہت سے مسلم اکثریتی ممالک کے مسلمانوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے، کیا مسلمانوں کی اتنی غیر معمولی تعداد کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ لوگ اسلام کے عدالتی نظام کی خوبیوں اور برکتوں سے محروم رہیں اور اپنے نزاعات کا تصفیہ کرنے کے لئے قضائے شرعی کا نظام قائم نہ کریں، جس شخص کی بھی کتاب وسنت، مقاصد شریعت اور فقہاء کی تصریحات پر نظر ہوگی وہ بلا تامل یہی جواب دے گا کہ اسلام کے نظام عدل سے محرومی اور نظام قضاء سے روگردانی کسی ملک کے مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔

ہندوستان کے موجودہ حالات

ہندوستان کے موجودہ حالات اس بات کا شدت سے تقاضا کرتے ہیں کہ مسلمانان ہند اتحاد کلمہ کے بنیاد پر مسالک اور فرقوں سے اوپر اٹھ کر کل ہند پیمانے پر مضبوط شرعی تنظیم اور منضبط نظام قضاء، قوانین شرع کی روشنی میں جلد از جلد قائم کرلیں، پورے ملک میں دارالقضاء کا جال بچھادیں تا کہ ہمارے جھگڑے (خصوصاً عائلی تنازعات) اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے مطابق فیصل ہوا کریں، ہمارے ستم رسیدہ مظلوم طبقات و افراد (خصوصاً عورتوں) کو آسانی کے ساتھ کم سے کم خرچ میں حق وانصاف مل سکے اور ہندوستان کے موجودہ حالات میں اسلام کے عائلی قوانین (مسلم پرسنل لاء) کو جو خطرات درپیش ہیں انہیں دفع کرنے میں ہمیں کامیابی مل سکے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک اہم فیصلہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے کاموں اور اجلاسوں میں دارالقضاء کے قیام کو خصوصی اہمیت دی، بورڈ کے اجلاس کلکتہ ۱۹۸۵ء، اجلاس جے پور ۱۹۹۳ء، اجلاس حیدرآباد ۲۰۰۲ء، اجلاس مونگیر ۲۰۰۳ء، میں دارالقضا کی بابت جامع تجاویز منظور کی گئیں، ذیل میں اجلاس مونگیر کی تجویز کا متن نقل کیا جاتا ہے۔

''مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں ان پر واجب ہے کہ اپنے باہمی نزاعات میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کریں اور شرعی طریقہ پر اپنے مسائل کو سلجھائیں، اسی لئے اپنے باہمی معاملات کو حل کرنے کے لئے نظام قضاء کا قیام مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے، اور اسلامی شریعت کے تحفظ کی مثبت اور عملی کوشش بھی ہے، اسی پس منظر میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ شروع ہی سے نظام قضا کے قیام کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرتا رہا ہے، پھر اجلاس جے پور ۱۹۹۳ء میں اس کام کو منظم کرنے کی غرض سے باضابطہ تجویز منظور کی گئی تھی، اور کنوینر کی تعیین بھی عمل میں آئی تھی، بحمداللہ اس کے بعد اس کام میں مزید پیش رفت ہوئی ہے، لیکن نظام قضا کی اہمیت اور اس ملک کی وسعت کے پس منظر میں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ بورڈ کے زیر نگرانی ایک تحریک اور مہم کے طور پر اس کام کے دائرہ کو وسیع کیا جائے، ملک کی تمام ریاستوں اور ریاست کے اہم اضلاع اور شہروں میں اسے وسعت دی جائے اور خود مسلمانوں میں بھی شرعی نقطہ نظر سے نظام قضاء کی اہمیت، سماجی اعتبار سے اس کی افادیت اور سماجی زندگی میں جو ناانصافیاں شریعت اسلامی سے غفلت کی وجہ سے در آئی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے اس نظام کی ضرورت کو واضح کیا جائے:

اس مقصد کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا یہ اجلاس:۔

(۱) تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو احکام شریعت کا پابند بنائیں، اسلام میں سماجی و خاندانی زندگی میں جن جن لوگوں کے حقوق متعین کئے گئے ہیں ان کو ادا کرنے میں کسی کوتاہی سے کام نہ لیں، اور اگر کسی معاملہ میں کوئی اختلاف ونزاع پیدا ہو جائے تو دارالقضا اور شرعی پنچایت سے رجوع کریں اور وہاں سے جو فیصلے ہوں اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیں کہ اس میں اللہ کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی بھی ہے اور

مالی گرانباری سے ان کی حفاظت بھی۔

(۲) خوشی کی بات ہے کہ ملک کے مختلف علاقوں میں واقع بڑی دینی درس گاہوں نے اپنے یہاں تربیت قضاء کا کورس شروع کیا ہے، لیکن اس وسیع وعریض ملک کی ضرورت کے لحاظ سے ابھی بھی یہ تعداد ناکافی ہے، اس لئے یہ اجلاس ملک کی بڑی دینی جامعات کے ذمہ داروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے یہاں امور قضا سے متعلق تعلیم اور عملی تربیت کا نظم کریں تا کہ ہر جگہ حسب ضرورت تربیت یافتہ قضاۃ مہیا ہو سکیں۔

(۳) بورڈ کا یہ اجلاس مسلمانوں کی مذہبی جماعتوں اور تنظیموں، دینی درس گاہوں کے ذمہ داروں، علماء ومشائخ اور دانشوروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مسلک ومشرب سے بالاتر ہو کر امت کے اس اجتماعی فریضہ کی ادائیگی میں بھرپور تعاون دیں، تحفظ شریعت کی اس عملی مثبت کوشش میں پوری سرگرمی کے ساتھ شریک ہوں اور اپنے تعاون کے ذریعہ اس کو تقویت پہنچائیں۔

(۴) اس کام کو ملک گیر سطح پر وسعت دینے ان کو باہم منظم ومربوط کرنے کے لئے محترم صدر بورڈ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کام کے لئے ایک کمیٹی اور کنوینر متعین کریں جو بورڈ کے زیر نگرانی حسب ضرورت اہم علاقوں اور شہروں میں نظام قضاء کے قیام کی عملی جدوجہد، اور ان کو باہم مربوط کرنے کی سعی کرے، اجلاس مونگیر کے فیصلہ کے مطابق صدر محترم بورڈ نے دارالقضاء کمیٹی قائم کی اور کنوینر متعین کیا، جس کی توثیق بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس لکھنؤ (منعقدہ ۵، ۶ر اپریل ۲۰۰۳ء) نے کی، کمیٹی دارالقضاء کے کام کو منظم اور مربوط کرنے کے لئے متحرک اور سرگرم عمل ہے، لیکن ان نازک حالات میں بڑی حد تک کامیابی اسی وقت مل سکتی ہے جب بورڈ کے موقر ارکان، علماء، مشائخ اور امت کے دردمند اور فکرمند افراد اس کام میں پورا تعاون کریں، خصوصاً علماء اور ائمہ مساجد اپنی تقریروں اور خطبات کے ذریعہ اس بڑے کام کے لئے ذہن سازی کریں اور لوگوں میں احکام شریعت پر عمل کرنے، قاضیوں کے فیصلوں کو خوشدلی کے ساتھ قبول کرنے کا جذبہ پیدا کریں۔

ہر طبقہ کا تعاون ضروری ہے

الحمدللہ ہندوستان کے بعض صوبوں (خصوصاً صوبہ بہار، اڑیسہ اور جھارکھنڈ) میں کافی طویل مدت سے مضبوط بنیادوں پر دارالقضاء قائم ہے، بورڈ کی نگرانی میں بھی متعدد دارالقضاء، چند بڑے مقامات پر قائم ہیں جن کے بڑے اچھے نتائج و ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (جو ہندوستانی مسلمانوں کا متفقہ پلیٹ فارم اور معتمد ترین ادارہ ہے) نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ قضاء کے نظام کو کل ہند پیمانے پر وسعت دی جائے اور تمام صوبوں اور اہم مقامات میں قاضی مقرر کئے جائیں جو مسلمانوں کے تمام نزاعات خصوصاً عائلی جھگڑوں کا تصفیہ کریں اور مسلمانوں میں قوانین و احکام پر عمل آوری کا جذبہ پیدا کریں۔

امید ہے کہ تمام مسلمان خصوصاً علماء ائمہ، ماہرین قانون اور سماج کے بااثر افراد اس اہم ترین فریضہ کی ادائیگی میں مسلم پرسنل لاء کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کریں گے۔

❁ ❁ ❁

بقیہ بصائر وعبر

محلات کی رنگینیاں عروج پر تھیں، عیدگاہ جانے والی راہوں پر زرق برق اور قیمتی لباس زیب تن کئے عوام کے قافلے رواں دواں تھے۔ لیکن چشم فلک نے یہ بصیرت افروز منظر بھی دیکھا کہ خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھ کے دُھلے ہوئے پرانے کپڑے زیب تن کئے عیدگاہ کی طرف جارہے تھے۔ بچوں کے چہرے آفتاب ماہتاب کی طرح دمک رہے تھے کیونکہ آج ان کی نظر فانی دنیا کی وقتی خوشی پر نہیں تھی۔ بلکہ جنت کی ابدی حسرت وتمنا کے احساس نے انہیں سرشار کردیا تھا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۲۸۶)

❁ ❁ ❁

غزل

اتنا تنہائی کا احساس دلاتا ہے مجھے
ہجر تیرا بھری محفل سے اٹھاتا ہے مجھے

سمت معلوم جو ہو جائے تو اُٹھ جائیں قدم
نام لے لے کے کوئی ہے، جو بلاتا ہے مجھے

وہ کہاں چھوڑ کے تنہا مجھے جانے والا
لگتا ہے ساتھ ہی اپنے لئے جاتا ہے مجھے

ہے نہ دھرتی کی کسی شے سے تعلق نہ لگاؤ
ختم دنیا کا سفر اب نظر آتا ہے مجھے

کتنا شرمندہ ہوں اظہار تمنا کرکے
سیکڑوں باتیں مرا دل ہی سناتا ہے مجھے

مجھ سے وہ روز ہی ملتا ہے مگر جانے کیوں
اک نئے شخص سے ہر روز ملاتا ہے مجھے

(آنجہانی کرشن بہاری نور)

شخصیات

صوفی عبدالرب صاحبؒ

دین ودنیا کی ایک جامع شخصیت

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

مغربی علوم اور مغربی درسگاہوں کے بارے میں ایک عام تجزیہ ہے کہ ان علوم کے مطالعہ، اور ان درسگاہوں میں تربیت کا اثر دین کے بارے میں شک وشبہات اور فرسودگی کے احساس کی شکل میں پڑتا ہے، اور مغرب کے تفوق وبرتری اور اسکی تقلید کا خیال پیدا ہوتا ہے، مدارس دینیہ اور اہل مدارس دینیہ سے علاحدگی اور عدم مناسبت کا ذہن بنتا ہے، مغربی تعلیم کے اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی اکثریت اور نمایاں تعداد اس تاثر کی تصدیق کرتی ہے، ہندوستان میں سرسید کی تحریک کے بارے میں دینی حلقوں کے ذہن میں ایسا ہی تأثر رہا، جس میں طویل مدت کے بعد بعض اسباب کی بناپر کمی آگئی ہے۔

دینی تحریکوں کے اثر سے ان مغربی تعلیمی اداروں میں ایسی شخصیتیں پیدا ہونے لگی ہیں جن کی تعلیم وتربیت مغربی تعلیم کے مرکزوں میں ہوئی، ان میں سے بعض افراد مغربی ممالک میں خالص غیر مذہبی حلقوں میں ہی رہے، لیکن دینی تحریکوں سے تعلق کے نتیجہ میں ان میں دین سے تعلق، اور اہل دین کی عظمت کا احساس، اور ان کی تقلید اور اقتدا کا جذبہ ایسا ہی پایا جاتا ہے، جیسا کہ خالص مذہبی تعلیم کے اداروں کے اساتذہ اور طلباء میں پایا جاتا ہے بعض افراد اپنے جذبہ اور یقین اور ایمان کی حلاوت کے احساس میں دینی تعلیم کے مراکز سے وابستہ افراد سے فائق نظر آتے ہیں اس لئے کہ علم دین حاصل کرنے سے ذہن و دماغ دین سے وابستہ ضرور ہوجاتے ہیں، دل کسی تحریک یا دعوت اور مقتدر دینی شخصیت سے وابستہ ہونے کے بعد ہی مومن بنتا ہے۔

عصر حاضر کی دینی تحریکوں اور دعوتوں کے عہد سے پہلے ایسی متعدد شخصیتیں تاریخ میں ملتی ہیں جنہوں نے تعلیم غیر دینی ماحول میں حاصل کی لیکن خاندانی تربیت یا کسی مؤثر دینی شخصیت کے اثر سے ان میں ذہنی تبدیلی پیدا ہوئی جس سے ان میں دین سے تعلق، دینی ماحول سے وابستگی، اور دعوت دین کا ایسا جذبہ پیدا ہوا جس کی مثال خود دینی ماحول میں ملنی مشکل ہے۔

صوفی عبدالرب صاحب (ایم۔اے۔) کی شخصیت ایسی ہی مثالی شخصیت ہے جن کی تعلیم وتربیت عصری تعلیم کے مراکز میں ہوئی اور اسی ماحول میں گذری، لیکن خاندانی ماحول، علماء دین سے وابستگی اور دینی مطالعہ نے ان کے ذہن میں ایسا انقلاب پیدا کردیا کہ وہ دینی حلقوں کے پروردہ اور خوشہ چیں معلوم ہوتے تھے۔

صوفی عبدالرب صاحب نے مکمل تعلیم مغربی طرز پر حاصل کی، پھر آخر عمر تک ملازمت کا سلسلہ بھی انگریزی اسکولوں میں قائم رہا، لیکن حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ سے تربیتی تعلق اور سلسلہ ولی اللہی سے دینی اور علمی وابستگی نے ان کو دینی ماحول، دینی مظہر اور منہج سے اس طرح منسلک کردیا تھا کہ وہ اسی ماحول کے ایک فرد نظر آتے تھے۔ ان کے والد صاحب حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی سے بیعت تھے۔

صوفی عبدالرب صاحب نے ملازمت کے عہد میں غیر دینی ماحول میں زندگی اس طرح گذاری جس طرح مصلح اور داعی اپنے مزاج کے خلاف ماحول میں زندگی گذارتا ہے، ان کا کام صرف دعوت کا کام نہیں تھا، بلکہ ذہنی کلفتوں اور آزمائشوں سے ان کو گذرنا پڑا جو بڑے جہاد سے کم نہیں، موافق حالات، اور موافق ماحول میں دین پر عمل اتنا مشکل نہیں جتنا کہ غیر دینی اور ناموافق حالات اور ناموافق ماحول میں دین پر عمل مشکل کام ہے اور دینی مظاہر کا اہتمام اس سے زیادہ مشکل کام ہے۔

دینی لٹریچر کے مطالعہ، خاص طور سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات نے ان میں زندگی کے چھوٹے بڑے اعمال میں دینی تقاضہ کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ پیدا کیا، شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے مناسبت اور حکمت ولی اللہی سے تعلق نے ان میں تحریکی ذہن پیدا کیا، اس کے بعد دینی تحریک کے قائدین سے ان کا تعلق قائم ہوا، تبلیغی اسفار میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی رفاقت حاصل ہوئی جس کا سلسلہ زندگی کے آخر تک قائم رہا، اس طرح صوفی صاحب میں علم معاصر، زہد وتقوی، دعوت واصلاح کے عناصر جمع ہوگئے تھے جو بہت کم جمع ہوتے ہیں۔

صوفی عبدالرب صاحب سے میرا تعارف بچپن ہی میں اپنے خاندان کے اکابر کے توسط سے ہوا، میں اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلماء کے متوسط درجات میں تعلیم حاصل کررہا تھا، صوفی صاحب

اکثر لکھنؤ تشریف لاتے، اور خال معظم ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کی قیام گاہ کے قریب ایک اہل تعلق کے یہاں قیام فرماتے۔

بلند قامت، باوجاہت اور سنجیدہ انداز گفتگو، علماء دین کا لباس، سر پر عمامہ، گھنی داڑھی، سادہ غالبانری کا جوتا پہنے ہوئے، بلند آواز سے اعتماد اور یقین کے ساتھ گفتگو فرماتے، مجلس میں اکثر منکرات کے خلاف جہاد لسانی کے واقعات سناتے اور اس کی وجہ سے جن آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ان کا تذکرہ کرتے، دعوت واصلاح اور سماج کی تبدیلی کی فکر ان پر اکثر طاری رہتی، اور اسی موضوع پر گفتگو کرتے۔

توحید خالص پر ان کا عمل تھا، اور اس کے خلاف عمل کو وہ برداشت نہیں کرسکتے تھے، رسوم کے بارے میں ان کے رویہ میں کوئی لچک یا مصلحت کی وجہ سے رعایت کی کوئی گنجائش نہیں تھی، جس بات کو وہ غلط سمجھتے اس کے بارے میں وہ اپنی رائے کا اظہار بلاتکلف ورعایت کرتے۔

حق گوئی کے سلسلہ میں کئی بار ان کو بڑی آزمائشوں میں پڑنا پڑا بعض موقعوں پر ان کو اپنی بات ثابت کرنے کے لئے تحدی یا مباہلہ جیسا موقف اختیار کرنا پڑا، اور ہر مرتبہ ان کو اس میں کامیابی حاصل ہوئی، جو محض ان کی قوت ایمانی کی دلیل ہے ورنہ ایسی جرأت ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

انگریزی تعلیم حاصل کرنے اور انگریزی اسکولوں میں سرکاری ملازمت کرنے کے باوجود وہ لباس، زندگی کے معمولات، اور اخلاق وعادات میں خالص مذہبی تعلیم یافتہ، علم دین اور مصلح کی حیثیت سے زندگی گذارتے تھے اور ان سے ملنے والا، اور معاملہ کرنے والا ہر شخص اس کا احساس کرتا تھا۔

صوفی عبدالرب صاحب کے ایمان افروز واقعات طالب علمی کے عہد میں کثرت سے سننے کی وجہ سے ان کی عظمت اور محبت میرے دل میں راسخ ہوگئی تھی جس کا مجھے اس وقت بھی احساس ہے۔

ایک مرتبہ عہد طالب علمی میں ایک ذہنی الجھن میں مبتلا تھا۔ یہ تأثر سالانہ امتحان کے نتیجہ کے خراب ہونے کی بناپر تھا، ہر وقت اس کا غم طاری رہتا تھا، صوفی صاحب اسی زمانہ میں تشریف لائے، میں نے ان سے عرض کیا، انہوں نے مجھے ایک عمل بتایا، اس پر میں نے عمل کیا۔ چند ہی دنوں بعد میری الجھن دور ہوگئی اور ایسی شکل غیب سے پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے میرا سال ضائع ہونے سے بچ گیا، انہوں نے ایک آیت قرآنی کو خاص طور سے پڑھنے کو بتایا، بعد میں، میں نے اسے ان کی ہدایت کے مطابق دوسروں کو مشورہ دیا جس سے ان کو فائدہ ہوا۔

صوفی صاحب سنت کے بڑے پابند تھے، بعض ایسے امور میں جن میں اکثر اہل دین کے یہاں بھی تساہل پایا جاتا ہے صوفی صاحب سختی سے عامل تھے مجلس اور ملاقات کے اوقات میں بھی اس کا خیال رکھتے تھے، عشاء کے بعد مجلس یا گفتگو میں مشغولیت سے احتراز کرتے، اور اپنے اہل تعلق کو اس کی ہدایت کرتے، اخلاق اور معاملات میں سنت پر عمل کا سخت اہتمام تھا، مراقبہ اور فکر وتدبر کا اہتمام، وقت کے صحیح استعمال کی فکر کرتے اور اس کی ہدایت کرتے ان کی مجلسوں میں اکثر دین ہی کے موضوع پر گفتگو ہوتی۔

صوفی صاحب بڑے پایہ کے عامل بھی تھے، وہ امراض کے سلب کرنے کا عمل بھی جانتے تھے، آخر عمر میں ضعف کی وجہ سے یہ عمل ترک کردیا تھا، ان کے پاس لوگ اپنی ضرورتوں سے آتے، اور تعویذ یا عملیات کی درخواست کرتے، وہ ان کی مدد کرتے، اور اگر سفر کی ضرورت ہوتی تو سفر کرکے جاتے، ان لوگوں میں اگر کسی شخص کا ظاہر خلاف شرع ہوتا تو صوفی صاحب اس موقع پر اس کو ضرور نصیحت کرتے، اور شرع کے مطابق ظاہر بنانے کی تلقین کرتے۔ اور مؤثر واقعات سناتے۔

صوفی صاحب کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی سے خصوصی تعلق اور مناسبت تھی، دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی کئی بار تشریف لائے، جب تشریف لاتے تو دینی موضوعات پر تذکرہ ہوتا، قیام کے زمانہ میں خاص دینی فضا قائم رہتی، مجلس میں شرکت کرنے والوں میں عزم وحوصلہ پیدا ہوتا، وہاں بعض قدیم مکانات میں جنوں کے رہنے کا شبہ تھا، بعض واقعات بھی پیش آجاتے، صوفی صاحب کو جنوں کے خلاف عمل کرنے میں بڑا کمال حاصل تھا، ایک مرتبہ صوفی صاحب تشریف لائے، ان سے لوگوں نے شکایت کی کہ فلاں مقام پر بچوں اور عورتوں کو آنے جانے میں دشواری پیش آتی ہے، صوفی صاحب اس جگہ تشریف لے گئے اور دیر تک اس طرح خطاب فرمایا جیسے انسانوں کے مجمع میں خطاب کیا جاتا ہے، اور جنوں کو متنبہ کیا، اس کے بعد سے وہ صورت باقی نہیں رہی جو پہلے تھی، ہمارے خاندان کے ہر بچہ کے ساتھ صوفی صاحب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بڑی محبت کا معاملہ فرماتے تھے، ہماری نانی صاحبہ (والدہ صاحبہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) کا جب انتقال ہوا تو صوفی صاحب نے ایک مؤثر مرثیہ لکھ کر بھیجا جس میں ان کے مراتب کے بیان کے ساتھ خاندان سے اپنے تعلق کا تفصیل سے ذکر کیا، سید صاحب کے

خاندان، اور ان کے وطن تکیہ شاہ علم اللہ سے تعلق صوفی صاحب کے ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

صوفی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

خوشاوہ بقعۂ نور اولیاء اللہ کا تکیہ
رہے وہ سرز میں وہ شاہ علم اللہ کا تکیہ
وہ تکیہ ہے کو اکب اور مہر و ماہ کا تکیہ
وہ قبرستان ہے مردانِ حق آگاہ کا تکیہ
وہاں زیر زمیں انوار کے صدہا خزینے ہیں
وہاں مسجد سے تادریا بڑے پر نور زینے ہیں
معطر ذکر حق سے جس کی صدیوں سے فضائیں ہیں
مہکتی جس کی انفاس معنبر سے ہوائیں ہیں
مقابر سے جہاں مسموع اب تک وہ صدائیں ہیں
کہ جن میں کچھ تلاوت، کچھ اذابت کچھ دعائیں ہیں
یہیں زیر زمیں خوابیدہ ہیں خیر النساء بہتر
ہیں اپنی قبر میں مہبط نور و ضیا بہتر
مجھے اس دین پرور خانوادہ سے محبت ہے
یہی اللہ والوں کی محبت میری دولت ہے
اسی پر منحصر انعام توفیق سعادت ہے
جو وجہ اتباع دین و تعمیل شریعت ہے
اس نے اہل دل کو مرتبہ قرب و رضا بخشا
اسی نسبت نے بی بی کو مقام اصطفاء بخشا

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی نے اپنی کتاب "پرانے چراغ" میں صوفی عبدالرب صاحب کا مفصل تذکرہ کیا ہے، اور ان کے شخصی کمالات اور خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے صوفی صاحب سے حضرت مولانا کا قریبی تعلق رہا ہے، اور کئی سفروں میں ساتھ رہا۔ ان کے ساتھ ان کی قیام گاہ پر مدت تک قیام بھی رہا اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، مولانا ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"صوفی صاحب اپنے دینی تصلب، جوش تبلیغ اور اپنی سمجھوتہ نہ کرسکنے والی افتادِ طبع کی وجہ سے کسی ضلع میں ٹہرنے نہیں پاتے تھے، وہ اگر من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ "(جو تم میں سے کوئی خلاف شرع چیز دیکھے تو اسے ہاتھ سے بدلنے یا روکنے کی کوشش کرے) پر اگر کسی مجبوری سے عمل نہیں کرسکتے تھے تو "فبلسانہ" (تو پھر زبان سے اس کی تردید اور اس کو روکنے کی کوشش کرے) پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے، اس لئے اکثر افسرانِ بالا تک ان کی شکایتیں پہنچتی، اور محکمۂ تعلیم ان کا تبادلہ کردیتا، اس تبادلہ سے ان کو جو جسمانی اور ذہنی تکلیف پہنچتی ہوگی وہ ظاہر ہے، مگر ان اضلاع اور ان کے شہروں کے محلوں میں ضرور ایک دینی رنگ پیدا ہوجاتا تھا، جہاں وہ تبدیل ہوکر جاتے تھے، محلہ کی مسجد کی رونق اور آبادی میں اضافہ ہوجاتا تھا، کچھ لوگ سنتوں کا اہتمام کرنے لگتے تھے، صوفی صاحب وہاں کچھ وعظ و پند کا سلسلہ بھی شروع کردیتے، جس کو دیکھتے کہ وہ قرآن صحیح نہیں پڑھتا ہے اس کو تجوید کی مشق یا اس کے قرآن کی تصحیح کا فرض انجام دیتے تھے، اکثر جگہ اہل محلہ امامت کے لئے انہی سے درخواست کرتے، ان کی موجودگی میں دین کا استہزا یا بے دینی کی کوئی بات کہنا مشکل ہوجاتا، بعض لوگوں میں تلاوت کا ذوق پیدا ہوجاتا، اور لوگ مولانا تھانویؒ اور علمائے دیوبند کی کتابوں اور تذکروں سے مانوس ہوجاتے"

آگے چل کر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ تھا، ان کے بعض واقعات سن کر مشہور حدیث یاد آجاتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مستور الحال بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر کسی وقت کسی بات کے لئے قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی لاج رکھے۔" ❁ ❁

رحمٰن ورحیم آقا

دنیا میں انسانوں کے درمیان جو رحم وکرم اور مہر ومحبت کے عناصر پائے جاتے ہیں اور جن کی بنا پر دوستوں، عزیزوں، قرابت داروں اور اولادوں میں میل ملاپ اور رسم ومحبت ہے نیز جس کی بنا پر دنیا میں عشق ومحبت کے شاندار مناظر نظر آتے ہیں۔ تم کو معلوم ہے یہ اس شاہد حقیقی کے سرمایۂ محبت کا کون سا حصہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے، ان میں سے ایک حصہ اپنی مخلوقات کو عطا کیا جس کے اثر سے لوگ ایک دوسرے پر باہم رحم کیا کرتے ہیں۔ باقی ننانوے حصے خدا کے پاس ہیں، اس لطف وکرم اور مہر ومحبت کی بشارتیں کس مذہب نے انسانوں کو سنائی ہیں، اور کس نے گنہگار انسانوں کے مضطرب قلوب کو اس طرح تسلی دی ہے۔

محبت کا وہ درجہ جو بڑے کو چھوٹے کے ساتھ، احسان، نیکی، درگذر اور عفو وبخشش پر آمادہ کرتا ہے۔ اس کا نام "رحم" اور "رحمت" ہے اسلام کا خدا تمام تر رحم ہے اس کی رحمت کے فیض سے عرصۂ کائنات کا ذرہ ذرہ سیراب ہے۔ اس کا نام رحمٰن ورحیم ہے جو کچھ یہاں ہے سب اس کی رحمت کا ظہور ہے وہ نہیں تو کچھ نہیں، اس لئے اس کی رحمت سے نا امیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ

(از:- سیرت النبیؐ ص ۵۴۴ ج ۴)

دین ودانش

دینی مزاج

مولانا سید بلال حسنی ندوی

یہ کل کائنات اللہ تعالیٰ کی صفات کی مظہر ہے، اس کی مختلف صفات اس کی مخلوقات میں جلوہ گر نظر آتی ہیں، کہیں اس کی صفت رحمت کا ظہور ہے تو اس کی جباریت وقہاریت کا رفرما نظر آتی ہے، کہیں وہ اپنی وسعت وکشائش کے دروازے بندوں پر کھول دیتا ہے، تو کہیں اس کی شان "القابض" نظر آتی ہے، کسی کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک لے جاتا ہے، تو کسی کو اسفل سافلین تک پہنچا دیتا ہے، لیکن جو کچھ بھی وہ کرتا ہے، اس میں اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے۔ اس نے جو چیز بھی پیدا کی ہے وہ پورے توازن اور تناسب کے ساتھ پیدا کی۔ انسان کو اس نے اشرف المخلوقات بنایا، انسانی اعضاء کا تناسب اور جسم کا پورا نظام اس کی قدرت کی ایک دلیل ہے، آج کی جدید سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے۔ جسم انسان کے توازن وتناسب اور اس کی باریکیاں دیکھ کر بڑے سے بڑا فکرِ خدا بھی سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اس کے پس پردہ کوئی طاقت کام کررہی ہے۔ جس کے ہاتھ میں کائنات کا نظام ہے اور جس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی چیز اپنی جگہ سے سرمو انحراف نہیں کرسکتی انسان بلاشبہ اسباب تلاش کرتا ہے اور ایک سرے سے دوسرے سرے کو پکڑتا ہے۔ لیکن ایک حد پر جا کر اس کی بھی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور پھر اگر اس میں ذرا بھی ہوش ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے کہ یہ سب اسباب در اسباب میں ان کے پیچھے ضرور کوئی ہاتھ ہے جو ان کے لئے مسبب کا درجہ رکھتا ہے وہی خالق انسان جس نے جسم انسانی کے تناسب وتوازن میں ایسی باریکیوں سے کام لیا کہ اس کا تصور بھی بعض مرتبہ انسان کے بس سے باہر ہوجاتا ہے اس نے دنیا میں انسان کو زندگی گذارنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ اور اس نظام حیات میں بھی اس حکیم وخبیر نے، انسانی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ایسی باریکیاں ملحوظ رکھی ہیں کہ کوئی بھی انسان اپنے طور پر ایسا نظام پیش کرنے سے قاصر ہے اور کیوں نہ ہو یہ اس خالق کائنات کا نازل کردہ نظام ہے جو نفسیات انسانی اور تقاضائے بشری سے نہ صرف واقف بلکہ اس کا خالق اور اس میں تصرف کرنے والا ہے۔

یہ نظام حیات اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے انسانوں کو عطا فرمایا اور سب سے اخیر میں کامل اور مکمل دستور زندگی کی شکل میں یہ نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امت کے سامنے پیش فرمایا، اسی نظام حیات کو شریعت اسلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ نظام شریعت مختلف اجزاء ترکیبی سے مرکب ہے اور ہر ہر جزء کا ایک حجم متعین ہے، ان اجزاء کے توازن اور تناسب ہی سے اس نظام کا حسن وجمال ہے۔

اصول وعقائد میں صحت ودرستگی کے ساتھ پختگی، فرائض وواجبات کا اہتمام اور پابندی اور اس کے ساتھ فروعات اور وسائل میں توسع اور حالات وضروریات کی رعایت، یہ اس کی شہ سرخیاں کہی جاسکتی ہیں۔

ان جلی عنوانات کی تفصیلات کے لئے قرآن مجید کے بعد سب سے بڑا ذریعہ احادیث نبوی ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ احادیث وسیرت سے جو تفصیلات معلوم ہوسکتیں ہیں وہ قرآن مجید سے نہیں معلوم ہوسکتیں، قرآن مجید نے بنیادیں فراہم کی ہیں۔ اصول وعقائد کا بیان کیا ہے، ارکان اسلام کا ذکر اس میں موجود ہے لیکن ان کو تفصیل سے بیان کرنے کا کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیا گیا ہے اور امت سے صاف صاف یہ کہہ دیا گیا ہے کہ "ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنہ فانتھوا" رسول تمہیں جو دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال اور پاک سیرت سے ہمیں دین کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں، دین کا مزاج معلوم ہوتا ہے اور دین کی حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے۔

دین تو نہ صرف عقائد کا نام ہے اور نہ ہی چند اعمال کو دین کہا جاسکتا ہے، یہ زندگی گذارنے کا پورا ایک نظام ہے جو ہر فرد وبشر کے لئے ہے، جو اس نظام کو پورے توازن اور تناسب کے ساتھ اختیار کرے گا وہ دین کا مزاج شناس کہلانے کا مستحق قرار پائے گا۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "الدین یسر ومن یشاد الدین الاغلبہ" دین آسان ہے اور جو دین سے کشتی لڑے گا تو وہ مغلوب ہوکر رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دین کے مزاج کو انسانی مزاج کے مطابق بنایا ہے اس لئے وہ آسان ہے۔

عقائد میں تصلب اور پختگی اپنی جگہ پر لیکن ان میں بے ضرورت بال کی کھال نکالنا دین

کے مزاج کے خلاف ہے، ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی آپ نے اس سے دریافت فرمایا کس خدا کو مانتی ہو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اسی کو اس کے ایمان کے لئے کافی سمجھا اور کتنے مواقع ایسے ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقائد کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔

نماز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شغف کا کون اندازہ کرسکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "یا بلال اقم الصلاۃ ارحنا بھا" اے بلال نماز قائم کرو اور اس کے ذریعہ سے مجھے راحت پہنچاؤ" لیکن آپ ہی یہ بات بھی فرمارہے ہیں کہ میں نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کردیتا ہوں، ایک غزوہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو روزے چھوڑ دینے کا حکم فرمایا حالانکہ رمضان کے روزے تھے صوم کی رخصت ہے۔

ایک غزوہ کے موقع پر ایک صحابی بڑے شوق سے شرکت کے لئے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے والدین زندہ ہیں انہوں نے عرض کیا جی آپ نے فرمایا کہ جاکر انہیں کی خدمت کرو۔

دین کا مزاج یہ نہیں ہے کہ آدمی صرف رسمی عبادات میں لگا رہے، دین کی تعلیم یہ ہے کہ فرائض کی پابندی کے ساتھ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی جائے حقوق انفرادی بھی ہوتے ہیں اور اجتماعی بھی ان کے بھی اپنے اپنے خانے متعین ہیں ایک مسلمان کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کا عمل "آتوا کل ذی حق حقہ" (ہر حق والے کو اس کا حق دو) پر ہو، دعوت وتبلیغ کی مصروفیت صد مبارک مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ انفرادی حقوق کی ادائیگی بے شک ضروری مگر اس شرط کے کہ ساتھ اجتماعی مفاد پر ضرب نہ لگے۔ بنیادی اصولوں کو ان کی جگہ پر رکھا جائے اور اسباب وسائل کو اپنی جگہ پر، اپنی متعین جگہ سے کوئی بھی چیز ہٹائی جائے گی تو اس سے دین کا اصل مزاج باقی رہنا مشکل ہوجائے گا۔

نوافل کا اہتمام بے شک ترقی کا زینہ، مگر اس شرط کے ساتھ کہ معاملات میں صفائی ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے، اگر کسی کا بھی دل ٹوٹا تو خطرہ ہے کہ سب اکارت جائے اہل اللہ کے یہاں ریاضات اور کثرت عبادت کے ساتھ دوسروں کی دل بستگی اور اخلاق کی بلندی مزاج نبوت کی میراث ہے۔

آج بڑے سے بڑے دینی کام کئے جا رہے ہیں مگر عام طور پر یہ توازن اور دین کا یہ مزاج نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کے سامنے صحیح دین پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ❁❁

باغباں ہی جب کرے ویراں چمن

مولانا محمد ثانی حسنی

ہر نفس ہوتی ہے کانٹوں کی چبھن
یہ ہے گلشن یا ہے صحرا یا کہ بَن

کیا کرے شکوہ کوئی صیّاد کا
باغباں ہی جب کرے ویراں چمن

لوٹ لی اک اک متاع کارواں
پر نہ آئی ان کے ماتھوں پر شِکن

آہ ملت خانۂ ویران ہوئی
اک رہی آباد ان کی انجمن

کوئی کردار وضمیر ان کا نہیں
ان کی دنیا سود و سودا مکر و فن

قوم بربادی پہ اپنی چشم تر
ہیں مگر وہ اپنے عہدوں پر مگن

رہبروں کے بھیس میں ملت فروش
ملت مرحوم کے ہیں گورکن

آدمیت نام کو ان میں نہیں
بس چلے تو بیچ کھائیں وہ کفن

بے ضمیر و بے وفا و بے حیا
"تنگ آدم تنگ دیں تنگ وطن"

"ہوشیار اے ملت بیضائے ما"
کروٹیں لیکر اٹھا پھر اہرمن،

آدمی کو آدمی کھاتا ہے
کتنا بگڑا ہے زمانہ کا چمن

"الامان از جعفران ایں زماں"
الحذر صد بارازیں دور فتن

ایک مطالعہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی تازہ تصنیف

"نقوش سیرت"

مولانا محمد رضوان القاسمی، ناظم دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

مولانا سید مناظر احسن گیلانی" سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ (پیدائش ۱۳۱۰ھ وفات ۱۳۷۵ھ) کا نام اور کام دینی، علمی اور تحقیقی حلقے میں محتاج تعارف نہیں ہے، ان کی متعدد قیمتی کتابوں میں ایک کتاب "النبی الخاتم" ہے، جسے مولانا نے عجیب البیلے انداز اور خاص والہانہ رنگ میں لکھی ہے۔ اس کی یہ ابتدائی سطریں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی زیر تذکرہ کتاب اور اس کے نام "نقوشِ سیرت" کے پس منظر میں نہایت موزوں نظر آرہی ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

"یوں آنے کو تو سب ہی آئے۔ سب میں آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) کہ بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے۔ لیکن کیا کیجئے کہ ان میں جو بھی آیا جانے ہی کے لئے آیا۔

پر ایک، اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لئے آیا، وہی جو اُگنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا، چمکا اور چمکتا ہی چلا جارہا ہے۔ بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جارہا ہے سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا ہی چاہئے کہ جنہیں کتاب دی گئی اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کئے گئے، برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے۔ اس کے سوا کس کو ہوسکتا ہے جو پچھلوں میں بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا، دور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پارہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا، جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے، اور ہمیشہ پہچانا جائے گا۔ جس طرح کل پہچانا گیا تھا کہ اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لئے رات نہیں، ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے"۔ (النبی الخاتم)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی آئے، وہ سب ایک زمانہ، ایک دور، ایک حلقہ اور ایک علاقہ کے لئے آئے، پھر یہ کہ جملہ انبیاء کرام جو تعلیمات لے کر آئے وہ ایک خاص مدت اور ایک خاص ماحول کے لئے تھیں جو نہی تقاضے بدلے یہ تعلیمات بھی غیر مؤثر ہوگئیں۔ اس کے علاوہ ان کی پیروی کرنے والے ان کی حفاظت میں ناکام رہے۔ البتہ نبوت کے اس "ربانی تسلسل" میں کوئی نبی اپنے زمانہ سے قیامت کے قائم ہونے تک اور دنیا کے ہر گوشے اور ہر خطے کے لئے آیا اور اس کی تعلیمات محدود زمانہ اور مخصوص ماحول کی حد بندیوں سے ماورا رہیں اور ان تعلیمات کی حفاظت کا مضبوط اور مؤثر نظم کیا گیا، تو وہی ہے جسے لوگ محمد کہتے ہیں۔ درود ہو ان پر، سلام ہو اُن پر۔

اس پس منظر میں کس قدر حقیقت افروز اور معنی خیز ہے مولانا گیلانی" کا یہ جملہ: یہ ایک ہے اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لئے آیا وہی اُگنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا، چمکا اور چمکتا ہی چلا جارہا ہے، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جارہا ہے"۔

گویا ورفعنا لك ذكرك" کی تشریح اور اس شعر کی تعبیر:-

اِک نامِ مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں
ورنہ ہر ایک عروج میں پنہاں زوال ہے

یہی وجہ ہے کہ دنیا میں انسانی اصلاح وہدایت کے جتنے آسمانی اور انبیائی نقوش تھے، وہ سب مٹ گئے یا ان کے رنگ پھیکے پڑ گئے، سوائے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نقوش کے۔ یہ نقوش ہر دور اور ہر زمانہ میں زندہ وتابندہ رہیں گے۔ اگر ان نقوش کی حیثیت جلتے چراغ کی ہے، تو اس کی لو کبھی کسی زمانہ میں مدھم نہیں ہوگی، اور اگر اس سورج کی ہے، جس کے بعد دن کی روشنی نمودار ہوتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مولانا گیلانی" کی اس بات سے اختلاف کیا جائے کہ "اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لئے رات نہیں"۔ اس لئے پورے یقین اور کامل وثوق واعتماد کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انسانی مسائل کا حل "پیغام محمدی" کے سوا کہیں اور

تلاش کرنے کا مطلب اپنی سفری صعوبتوں کو مزید بڑھانا اور منزل کے فاصلہ میں اضافہ کرنا یا منزل کو گم کرنا ہے۔ کیونکہ "پیغام محمدیؐ" کا سرچشمہ خود خالق کائنات کی تعلیمات و ہدایات ہیں، جو ہمارا مالک و آقا بھی ہے اور تمام کائنات کا رب اور پروردگار بھی، اور اس سے بڑھ کر کوئی نہیں جو ہمارے مسائل و ضروریات سے آگاہ ہو، اس لئے آج کی مصیبت زدہ اور تشنہ لب انسانیت کو جس "آب حیات" کی تلاش ہے، وہ چشمہ محمدیؐ کے سوا کہیں اور نہیں مل سکتا۔ اسی لئے رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے۔

وکیف تکفرون و انتم تتلی علیکم ایت اللّٰہ وفیکم رسولہ (آل عمران ۱۰۱)

"اور تم کس طرح کفر کر سکتے ہو، درآنحالیکہ تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اس کے رسول (اپنی زندگی میں حقیقی طور پر اور بعد وفات اپنے سنن و آثار کے ذریعہ) موجود ہیں۔"

یایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (الانفال ۲۴)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کو لبیک کہو، جبکہ وہ (یعنی رسولؐ) تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلائیں۔"

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم (سورہ آل عمران: ۳۱)

(آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بڑا بخشنے والا ہے، بڑا مہربان ہے)

وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا (الحشر، ۷)

"تو رسول جو کچھ تمہیں دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے تمہیں روک دیں، رک جایا کرو"

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب، ۲۱)

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ نمونہ موجود ہے)

ان آیتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن حیثیتوں کو اجاگر کیا گیا ہے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) کی اس کتاب میں آپ کو ان کی تشریح و توضیح کے حسین جلوے ملیں گے۔ ابھی آپ نے سورہ احزاب کی جو آیت پڑھی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۂ حسنہ" یا عمدہ نمونہ کا تذکرہ ہے، اس کے بارے میں کتاب کے مصنف کا دل آویز قلم یوں گہر بار ہوتا ہے:

"تاریخ انسانی کے طویل سلسلے کے مطالعے اور جائزے کے بعد یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی تمام انسان کے لئے (بلا تخصیص زمان ومکان) اسوۂ حسنہ اور کامل وجامع نمونہ ہے، جس کی اتباع وتقلید اور اس سے استفادہ وفیضیابی ہی افراد کی تعمیر سیرت، کردار سازی اور اقوام وملل کی دینی ودنیوی صلاح وفلاح کی تنہا ضامن، مسائل حیات اور زندگی کی گوناگوں مشکلات کا واحد حل، قیام امن ومساوات کا واحد لائحۂ عمل، اخلاقی وروحانی سیاسی ومعاشرتی، اقتصادی وتمدنی ترقی کا کامیاب ذریعہ ووسیلہ اور مجموعی طور پر بہترین نظام زندگی، کامل دستور حیات اور انسانیت کے لئے "سفینۂ نجات" ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کے لئے قابل تقلید نمونہ بنا کر بھیجا اور سارے انسانوں کو اس بات کی تاکید کی کہ اپنے پروردگار کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کے رحمۃ للعالمین نبی کو اپنی زندگیوں کے لئے نمونہ سمجھیں، اور اپنے عمل کو اسی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے اعمال وافعال کو عقیدۂ توحید کے ساتھ اسی کوشش کی بنیاد پر قبول کرے گا یا رد کرے گا۔" (نقوش سیرت)

مصنف اپنے اسی مضمون اسوہ رسول اللہ اور ہمارا فرض میں آگے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات والا صفات کو جامع کمالات بنایا رسالت کے مختلف پہلو، قیادت کے نوع بہ نوع خصائص اور بلند انسانی اخلاق آپ کی ذات میں جمع تھے، آپ کی شریعت ہمہ گیر تھی، اور آپ سیاسی اور فوجی قیادت کی بھی اعلیٰ صلاحیت کے حامل تھے، وسیع پیمانہ پر ایک علمی وفکری بیداری آپ نے پیدا کی، انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے نہایت مضبوط بنیادوں پر آپ نے اسلامی زندگی کی تعمیر فرمائی، آپ کی ذات سے انسانی تاریخ کے ایک نہایت زریں وروشن باب کا آغاز ہوا، ایسا باب جیسا اس سے قبل دیکھنے میں نہ آیا تھا، جہاں دین بھی تھا اور دنیا بھی تھی، اخلاق بھی تھے اور سیاست بھی تھی، دعوت بھی تھی اور عمل بھی تھا، جہاں انسانیت کی خدمت بھی تھی، اور حق کا دفاع بھی، مسلح جہاد اور نبرد آزمائی کے طریقے بھی تھے، اور صلح کی زندگی بھی، تاریخ انسانی نے اس ذات والا صفات سے جس دور کا آغاز کیا وہ اس اعتبار

سے تاریخ کا بڑا عظیم الشان دور تھا، کہ یہ انسان کی دینی، وفکری قائدانہ زندگی پر محیط تھا، اور آپ کی پاکیزہ شریعت حیات انسانی کے مختلف گوشوں پر سایہ فگن تھی، اس شریعت نے تمام انسانی طبقات، گروہوں اور عناصر کو ایک لڑی میں پرو دیا اور ان سب کو ایک جادہ کا مسافر بنا دیا، وہ جادۂ فضیلت، حق اور خیر کا تھا۔"

(نقوش سیرت)

مصنف اپنی اسی کتاب میں "عہد حاضر میں تعلیمات نبویؐ کی ضرورت" کے ذیلی عنوان کے تحت اس اہم بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو نظر آئے گا کہ اس میں وہ تمام ضروری چیزیں ہیں جن سے دین ودنیا کی جامعیت کا پورا ثبوت ملتا ہے، آپؐ کی تعلیمات کی رو سے مذہب زندگی کی مجبوریوں اور ضروری تقاضوں کی صرف رعایت ہی نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے، وہ زندگی سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے غیر ضروری تقاضوں اور رجحانات کو مذہب کی ہدایات کا پابند بنا دے، وہ دولت پیدا کرنے کو منع نہیں کرتا صرف اس کے بڑھانے کی ہوس پر روک لگاتا ہے، وہ نفس کے جائز تقاضوں کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن اس کے حدود بتاتا ہے، گھریلو زندگی اور آپس کے معاملات میں ضابطہ اخلاق متعین کرتا ہے، غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت بلکہ پوری دنیا پر احسان کیا، اس کو ظالمانہ اور محدود طریقہ زندگی سے نجات دلائی جس میں وہ پڑ گئی تھی کہ ایک طرف وہ اہل دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے اندھا دھند فائدہ اٹھانے اور لطف اندوز ہونے میں مست تھے اور دوسری طرف اہل دین تھے جو دنیا کے معمولی بلکہ ضروری منافع سے بھی فائدہ اٹھانا صحیح نہیں سمجھتے تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپؐ نے انسان کو مذہب اور دنیاوی زندگی کا ایک مشترک اور جامع نظام عطا کیا جس میں مذہب اور زندگی کے درمیان کوئی تضاد نہ تھا، بلکہ وہ دونوں نہایت خوبی کے ساتھ باہم وحدت بن گئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو احسانات کہ آپؐ نے انسان انسان کے فرق کو دور کیا اور مذہب اور زندگی کے مابین دوری اور اختلاف کو ختم کیا یہ وہ دو بڑے احسانات ہیں جن کے ذریعہ انسانیت کو تاریخ کی ظالمانہ اقدار سے نجات ملی، اس کے لئے انسانیت پیغمبر اسلام کی جتنی زیادہ ممنون ہو کم ہے۔" (نقوش سیرت)

اللہ تعالیٰ نے اپنے جس رسول کی زندگی کو نمونہ کی زندگی بتایا ہے، اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کے بارے میں صاحب کتاب نے جو تشریح وتوضیح کی ہے، اس کا ایک دلکش مختصر نمونہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ پوری کتاب اسی طرح کے نمونے اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ دوران مطالعہ میں نے محسوس کیا کہ مختلف مواقع، مختلف مناسبت اور مختلف موضوعات پر لکھے گئے (۲۵) مضامین کا یہ گلدستہ مشام جاں کو تازگی بخشنے کے ساتھ قلب و نظر کی تسکین کا باعث ہے۔ اس کتاب میں عصر حاضر کی مریضانہ ذہنیت اور بیمار فکر ونظر کے لئے شفا کا سامان بھی ہے۔

کتاب کے ذیلی مضامین یہ ہیں● سیدنا محمد رسول اللہؐ ● ماہ سعادت اور نبی رحمت ● ربیع الاول کا پیغام ● ہجرت نبویؐ ● نبی کریمؐ کی معاشرتی زندگی ● سیرت نبویؐ میں اعتدال وتوازن ● رسول اکرمؐ کی انسانیت نوازی اور رحمۃ للعالمینی ● ساری انسانیت کے لئے نعت اور رحمت ● نبوت محمدی کی تکمیل واتمام ● حضور اکرمؐ سے محبت تکمیل ایمان کے لئے لازمی ● محبت رسولؐ کا تقاضا ● صفات نبویؐ ہر مسلمان کے لئے قابل اتباع نمونہ ● رسولؐ سے انتہائی تعلق اور ان کی کامل پیروی ● امت کی رہنمائی اور تعلیم وتزکیہ میں ذوق ومزاج کی رعایت اور کلام میں ادبی حسن کا لحاظ ● دعوت دین اور اسوۂ نبوی ● نبی اکرمؐ کا طریقۂ دعوت وتبلیغ اور عصری تحریکات ● سیرت نبویؐ میں دعوت وسیاست کا امتزاج ● عہد حاضر میں تعلیمات نبویؐ کی ضرورت ● معاشرہ کی اصلاح حدیث وسنت نبوی سے رہنمائی ● سیرت واخلاق کی تعمیر میں حدیث کا کردار ● اسوۂ رسولؐ اور ہمارا فرض ● سیرت نبویؐ اور ادب ● کلام رسول ادبی بلاغت کا شاہکار ● کلام نبویؐ میں دعاء اور مناجات کے شہ پارے۔

کتاب کے مصنف حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ (پیدائش ۱۹۲۹ء) علمی و قلمی دنیا میں خوب جانے پہچانے ہیں۔ عربی زبان میں ان کی شہرت کمال درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ مولانا کی متعدد قیمتی کتابیں ایسی ہیں، جنہیں اہل علم نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور شوق کے ہاتھوں لیا ہے۔ مولانا کی تحریر آسان، سہل، شستہ اور شگفتہ ہوتی ہے۔ چونکہ اسلوب نگارش میں بے تکلفی ہے، اس لئے ان کی بات دل سے نکل کر سیدھے دل تک پہنچتی ہے۔ کثیر المطالعہ، جہاں دیدہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے فیض یافتہ ہیں۔ اس لئے بات میں گہرائی، گیرائی، باخبری، زمانہ شناسی، پختگی، بصیرت اور للّٰہیت ہوتی ہے۔ مولانا

کے نام کے ساتھ ''حسنی'' بھی ہے اور بلاشبہ ان کے اس ''حسنی خاندان'' نے نام کی مناسبت سے علم وعمل، اخلاق و اخلاص اور اصابتِ رائے کی جو روایات قائم کی ہیں، وہ قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہیں۔ مولانا کی طبیعت میں خاندانی انکسار اور شرافت ہے۔ حُسنِ اخلاق متاثر کن ہے۔ مولانا اس وقت ندوۃ العلماء کے ناظم ہیں، مگر تعلیمی فراغت کے بعد ۱۹۵۲ء ہی سے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے وابستہ چلے آرہے ہیں۔ گویا اس عظیم عالمی تعلیمی ادارہ سے وابستگی پر نصف صدی کا عرصہ بیت چکا ہے۔ ہندوستان کی باوقار اور شہرت یافتہ تنظیم ''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' کے صدر کے ساتھ ہندو بیرونِ ہند میں مختلف تعلیمی کمیٹیوں اور اسلامی اداروں کے رکن اور ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ کے صدر، دینی تعلیمی کونسل اترپردیش کے صدر، دارعرفات اکیڈیمی رائے بریلی کے صدر، دارالمصنفین اکیڈمی اعظم گڑھ کے رکن، مولانا آزاد اکیڈمی لکھنؤ کے رکن اور ہندوستان سے باہر کی تنظیموں اور اداروں میں سے آکسفورڈ سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز برطانیہ کے ٹرسٹی، رابطہ ادب اسلامی عالمی کے نائب صدر اور اس کے شعبۂ برصغیر اور ممالکِ شرقیہ کے صدر، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکنِ تاسیسی۔ ان کے علاوہ ملک کے مختلف دینی، اسلامی مدرسوں کے سرپرست ہیں۔

کم وبیش (۷۴) سالہ مولانا محمد رابع ندوی کا تعلق حیدرآباد سے بہت قدیم ہے۔ آمد ورفت کا سلسلہ بھی قائم ہے۔ ان کے خاندان کے بزرگ مولانا حکیم سید عبدالحیؒ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتابوں کو شہرۂ آفاق تصنیفی وتحقیقی ادارہ ''دائرۃ المعارف حیدرآباد'' نے شائع کیا ہے۔ حیدرآباد سے تعلق رکھنے والے بہت سے افراد ہیں جو مولانا علی میاںؒ اور مولانا محمد رابع ندوی سے ذہنی ربط، فکری مناسبت اور روحانی نسبت رکھتے ہیں۔ حیدرآباد میں ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی میموریل سنٹر'' کے نام سے جو ادارہ مولانا علی میاںؒ کی وفات کے بعد قائم ہوا، اور جس کے ایک حصہ میں ''مکتبہ الحسنی'' ہے، اس ربط، مناسبت اور نسبت کا جلی عنوان ہے۔ ''مکتبہ الحسنی'' اور میموریل سنٹر (اے۔ این۔ ایس پلازا، فرسٹ فلور، نزد ملے پلی مسجد، حیدرآباد۔ ۵۰۰۰۰۱) نے اپنے زیرِ اہتمام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے پہلے حج (۱۹۴۷ء) کے تاثرات ومعلومات پر مشتمل بیش بہا کتاب ''اپنے گھر سے بیت اللہ تک'' حج کے مہینوں میں سے پہلے مہینہ شوال (۱۴۲۲ھ) میں شائع کیا تھا، اب اس سنٹر نے ہادیٔ اعظم، نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور وفات کے مہینہ (ربیع الاول ۱۴۲۴ھ) میں مولانا محمد رابع ندوی صاحب کی کتاب ''نقوش سیرت'' شائع کیا ہے ''نقوشِ سیرت'' کی جمع وترتیب میں مولانا سید محمود حسن (لکھنؤ) نے قابلِ قدر کوشش کی ہے۔ مولانا سید بلال عبدالحی نے (تکیہ کلاں، رائے بریلی) نے اس سلسلہ میں جس طرح کا تعاون کیا ہے، وہ بھی لائقِ ستائش ہے باطنی خوبیوں کے ساتھ دل کش سرورق اور دیدہ زیب طباعت سے آراستہ اس کتاب کی اشاعت میں محترم جناب سید غلام محمد انجینئر (حیدرآباد) اور محترم جناب محمد عبدالرشید (انجینئر مسجد نبویؐ، مدینہ منورہ) نے اپنی خصوصی دلچسپی کا ثبوت دیا ہے۔ بلاشبہ ان کی یہ دلچسپی قابلِ قدر بھی ہے، لائقِ رشک بھی ہے اور باعثِ سعادت بھی ـــــ کاش کہ موجودہ حالات اور زمانی ضرورت کے پیشِ نظر ''نقوش سیرت'' (صفحات تقریباً ۲۰۰) کا انگریزی اور ہندی ایڈیشن بھی آجاتا تو بہتر تھا، اس سے افادیت اور نافعیت کا دائرہ عام ہوتا اور ''پیغام سیرت'' کو عصرِ حاضر کے تقاضے کے مطابق باخبری اور بصیرت کے ساتھ لوگوں تک پہنچانے میں مدد ملتی۔

جب میں ان سطروں کو ختم کررہا ہوں، لکھنؤ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع کانپور سے تعلق رکھنے والے فنافی الحق کانپوری ''نقوشِ سیرت'' کے معنی خیز نام کے پس منظر میں اپنی نعت کا یہ لافانی شعر پیش کررہے ہیں۔

شاید اسی کا نام ہے توہینِ جستجو
منزل کی ہو تلاش ترے نقشِ پا کے بعد

ماہر القادری برسوں حیدرآباد میں رہ چکے ہیں۔ ''نقوشِ سیرت'' کی اشاعت پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے عالمِ کیف ومستی میں اندر کے پورے یقین کے ساتھ کہہ رہے ہیں۔

مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہئے

تبصرہ کتب کے سلسلہ میں
ایک ضروری وضاحت

تقسیم کار کے اصول کے تحت تبصرہ کے لئے موصول ہونے والی تمام کتابیں جناب مولانا محمود حسن حسنی ندوی کے سپرد کی جاتی ہیں، اس لئے مرتبین حضرات اس سلسلہ میں اپنی سہولت کے لئے خط وکتابت کرتے وقت لفافے پر ''مولانا محمود حسن حسنی ندوی'' اور ''تبصرہ کتب'' ضرور لکھ دیا کریں تاکہ تبصرہ میں تاخیر نہ ہونے پائے۔

(رئیس التحریر)

مولانا محمود حسنی ندوی

کتابوں کی دنیا

نام کتاب : تذکرہ مشاہیر غازی پور
مؤلف : عبیدالرحمٰن صدیقی
صفحات : ۵۰۸
قیمت : ۱۱۰ روپے

یہ تذکرہ صرف غازی پور کے مشاہیر کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ غازی پور کی ایک تاریخ ہے، علمی تاریخی، تمدنی تاریخ، اور تاج وتخت کی تاریخ، غازی پور کو مجاہدین، محافظین اور اصحاب علم وفضل سے جانا پہچانا جاتا ہے، یہ باحمیت اور باہمت افراد کی جگہ ہے، اولیاء ومشائخ کا مسکن رہا ہے، نوابین اودھ نے اس کی طرف توجہ کی تھی، سلاطین ہند نے یہاں کا رخ کیا تھا، بابر، ہمایوں، شیر شاہ نے، کچھ وقت کے لئے یہاں قیام کیا اور اپنے جوہر دکھائے، مہاتما بدھ اشوک نے بھی غازی پور کا راستہ اختیار کیا، یہ ساری تفصیلات اور پھر یہ کہ جنگ آزادی میں بھی اس سرزمین نے کیسے مجاہدین دئے، سرسید کی تعلیمی تحریک کو یہاں سے کس قدر تعاون ملا اور حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کو یہاں سے کیسے جانباز سپاہی ملے، اور ندوہ ودیوبند کو کیسے معاون ونقیب ملے اور پھر اس خطہ نے قلوب کو گرمانے اور خاکستر میں دبی چنگاری کو ابھارنے کا کب اور کس طرح کام انجام دیا۔ اس تذکرہ میں اس کی پوری تفصیلات درج کردی گئی ہے۔

کتاب انیس پبلی کیشنز (P) صمد منزل نمبر۲۔ مچھر ہٹہ غازی پور (یوپی) نے شائع کی ہے۔

☆☆☆

نام کتاب : حقیقت جہاد
مؤلف : علامہ محمد الغزالی مصری
ترجمہ اردو : ابومسعود اظہر ندوی
ناشر : اشاعت القرآن اردو بازار جامع مسجد دہلی۔

اسلام میں امن وجنگ کی حقیقت، جہاد کے اسباب، تلوار والی رویت، اسلام نے طاقت سے کب کام لیا، دارالحرب یا معاملہ بالمثل عقیدہ کی آزادی، غلامی، اور اسلامی دعوت کا اسلوب کے عناوین پر مشتمل اس کتاب کو ترجمہ نگار نے علامہ سید سلیمان ندوی کے ایک جامع و بلیغ مضمون ''جہاد کیا ہے؟'' کو مقدمہ کی جگہ دے کر اور مولانا ابوالکلام آزاد کے بیش قیمت مضمون ''جہاد اور یورپ'' کو شامل کر کے کتاب کی افادیت میں بیش بہا اضافہ کردیا ہے، قیمت -/40 روپے رکھی ہے، اس کا مطالعہ ہمارے قارئین کے لئے ایک ایسے وقت میں جب کی جہاد کی آڑ میں مغرب اسلام ومسلمانوں پر تیکھے حملے کررہا ہے بڑی اہمیت کا حامل ہوجاتا ہے اور وقت کا عین تقاضا معلوم ہوتا ہے۔

☆☆☆

نام کتاب : محفل میلاد ایک جائزہ
تالیف : استاذ ابوبکر الجزائری
ترجمہ اردو : مولانا سید مشتاق علی ندوی بھوپالی

۷۲ صفحات کا یہ رسالہ میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت اور محفل میلاد کے انعقاد کے مسئلہ کے صحیح خدوخال کو ظاہر کرتا ہے نیز سنت وبدعت کے فرق کو صاف کرتا ہے۔ یہ رسالہ بقیمت بہتر بقامت کہتر کا مصداق ہے۔

شائع کردہ: نصیر بکڈپو، حضرت نظام الدین، نئی دہلی۔ ☆☆☆

نام کتاب : شفیق جونپوری: ایک مطالعہ
مصنف : ڈاکٹر تابش مہدی
ناشر : ادبیات عالیہ اکاڈمی، جی ۵/ ابوالفضل انکلیو اوکھلا، نئی دہلی۔

عصرِ حاضر کے ممتاز شاعر ابوالمجاہد زاہد اس تصنیف پر مصنف کو مبارکباد دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

فخرِ مشرق پر یہ تمہاری کتاب
ہے گراں قدر تابش مہدی
ناقدروں کے غلط تغافل پر
یہ ہے در اصل ضرب کاری

حضرت شفیق جونپوری کے فکر وفن پر قلم اٹھا کر جناب تابش مہدی نے اسلامیان ہند کی جانب سے ایک بڑا قرض اتارا ہے، اردو کے بلند پایہ ادیب ڈاکٹر ابن فرید کی تقریظ نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔

جگر، اقبال، رشید احمد صدیقی، آل احمد سرور، ماہر القادری جیسے ادیبوں وشاعروں اور مولانا ابوالحسن علی ندوی، شاہ معین الدین، مولانا ابوالکلام آزاد جیسے اصحاب علم وفضل کے جناب شفیق کے بارے میں تاثرات وافکار شامل کر کے کتاب کی قیمت وزینت میں اور اضافہ کردیا ہے، کتاب کے دیگر مشتملات میں ان کے شاگردوں کا ذکر واحوال ان کی نظم نگاری غزل اور اس کا فنی ولسانی پہلو، نظریہ شعر، ماحول اور شخصیت اور ان کے کلام کے محاسن وخصوصیات اور تصور وطنیت ہے۔

تصور وطنیت کی بات کم از کم اسلامی ذہن رکھنے والے حضرات قبول نہیں کرسکتے، مصنف نے اپنے قارئین کے جذبات کا احساس قبل از وقت ہی کرلیا تھا وہ کہتے ہیں:

''شفیق جونپوری نے اس سلسلہ میں دو اصطلاحیں وضع کی ہیں۔ (۱) امکانی وطن (۲) مکانی وطن، شفیق نے امکانی وطن کا اطلاق بہ اعتبار اسلام کیا ہے، اور مکانی وطن کا بہ لحاظ سکونت انہوں

نے تشفی کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

"تبلیغی نقطۂ نظر سے جہاں تک اسلام پھیلتا جائے گا زمین مسلم کا وطن بنتی جائے گی، اور مسلم قوم جہاں تک روئے زمین پر آباد ہوتی جائے گی مسلمانوں کا اسلامی وطن بنتا جائے گا جس کو میں اصطلاح خاص میں امکانی وطن کہتا ہوں" ان کا ایک شعر ہے

میں نے واللہ میرے وطن
تجھ کو چاہا ہے پوجا نہیں ہے

۱۶۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب انجمن ترقی اردو نئی دہلی، مرکزی مکتبہ اسلامی نئی دہلی اور مکتبہ ندویہ لکھنؤ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

قیمت -/200 روپے ہے۔

☆☆☆

نام کتاب : رہنمائے لغات جدیدہ
مؤلف : مولانا مشتاق خاں ندوی
صفحات : 288
قیمت : -/80

عربی الفاظ ومحاورات کے معانی ومطالب پر فرہنگ قصص اور فرہنگ راشدہ کے بعد رہنمائے لغات جدیدہ رابطۂ ادب اسلامی (ممالک مشرقیہ) کے صدر مولانا محمد رابع ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء کے مقدمہ کے ساتھ سامنے آئی ہے۔ عربی زبان وادب میں سند ومحنت کا درجہ رکھنے والے عالم ذی مرتبت کی تقریظ کے بعد اب اسے کسی تعارف وتعریف کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ کتاب میں اقوال حکمت، نقرات اشعار اور اخباری تعبیرات واصطلاحات کا بھی ترجمہ دیا گیا ہے۔ ایک محنت مرتب موصوف نے اور کی ہے کہ حسب ضرورت معاون انگریزی الفاظ بھی دے دیئے ہیں۔ جس سے کتاب کی افادیت اور بڑھ جاتی ہے، مرتب موصوف مدرسہ عالیہ عرفانیہ میں استاد ہیں، مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے یہ کتاب حاصل کی جاسکتی ہے۔ ☆☆☆

نام کتاب : قرآنی آیات (ایک تقابلی مطالعہ)
مؤلف : ابومسعود اظہر غوری ندوی
صفحات : ۸۰
قیمت : -/30 روپے

قرآن حکیم کی ان ۲۴ آیات کی اس کتاب میں دلنشین تشریح کی گئی ہے جن کو اسلام کے خلاف ایک بین الاقوامی سازش کے تحت موضوع بنایا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں فرقہ پرست لوگ برابر زبان درازی کرتے رہتے ہیں۔

مؤلف کتاب نے مولانا آزاد کی تفسیر "ترجمان القرآن" کو سامنے رکھا ہے، اور اس کا التزام کیا ہے کہ ساتھ ہی دیگر مذاہب کی کتابوں کے اقتباسات بھی دیتے چلیں، اور آیتوں کے جن حصوں کو موضوع بحث بنایا جارہا ہے انھیں جلی حروف میں کردیا ہے، ترک موالات، مال غنیمت ہدایت ہلاکت، جنت وجہنم پاکی وناپاکی کتاب کے موضوع ہیں۔

ناشر مکتبہ اشاعت القرآن اردو بازار دہلی ہے۔

☆☆☆

نام کتاب : جامع خطبات (جمعہ وعیدین)
مولف : مولانا ریحان الدین قاسمی
ناشر : مکتبہ اشاعت القرآن اردو بازار دہلی۔
صفحات : ۳۰۲

آغاز کتاب میں عربی میں خطبہ اولی و ثانیہ درج کردیا گیا ہے، اور پھر وہ جامع تقریریں ہیں جو جمعہ اور عیدین کی مناسبت سے مختلف موقعوں پر مولانا مدظلہ نے کیں، یہ محفوظ ہوجائیں اس غرض سے یہ مجموعہ تقاریر سامنے آگیا جس کی اشاعت کا بیڑا خود مؤلف کے صاحبزادۂ گرامی مولانا ابومسعود اظہر غوری ندوی نے اٹھایا ہے، اس میں ائمہ مساجد کے لئے رہنمائی ہے، اور دوسروں کے لئے نصیحت وموعظت کا سامان ہے۔

یہ مجموعہ تقاریر تعلیم وتربیت، اخلاق و صفات، حدود وفرائض، توحید وسنت، ارکان اسلام اور معاشرت اور مخصوص ایام واعمال کے تعلق سے متنوع موضوعات پر مشتمل ہے۔

قیمت :-/80 روپے ہے۔

☆☆☆

خصوصی شمارہ: قاضی مجاہدالاسلام قاسمی
صفحات : ۲۰۰
ناشر : قاضی ٹرسٹ، مدرسہ چشمۂ فیض ململ، مدھوبنی، بہار۔

حضرت قاضی صاحب کی معروف و ممتاز شخصیت کو ملک بھر سے خراج عقیدت پیش کئے جانے کا سلسلہ جاری ہے، سہ ماہی "بصیرت" کا زیر تبصرہ یہ خصوصی شمارہ اسی کی ایک کڑی ہے، مولانا وصی احمد صاحب کی سرپرستی میں ندوی، قاسمی فضلاء نے یہ جامع شمارہ ترتیب دیا ہے، اسلام کے مجاہد، عالم ربانی، نئی نسل کے مربی، دلوں کے فاتح، جامع کمالات شخصیت، اور وہ ہند میں سرمایۂ ملت کے نگہباں جیسے پرکشش عناوین کے تحت قلم اٹھانے والوں میں مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا عبدالکریم پاریکھ، مفتی اشتیاق قاسمی، محمد ناظم رحمانی، اسجد بستوی، اور فاتح اقبال ندوی ہیں، جب کہ یہ نمبر امیر شریعت بہار و اڑیسہ مولانا سید نظام الدین، مولانا وحید الدین خاں، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مشہور صحافی احمد سعید ملیح آبادی اور امین الدین شجاع الدین رئیس التحریر "تعمیر حیات" کی نگارشات سے بھی آراستہ ہے۔ قاضی صاحب کی فقہی بصیرت ان کے شرعی فیصلوں، فتاوی اور ان کے دیگر صفات وامتیازات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

قیمت :-/30 روپے درج ہے۔

❁❁❁

ہے، کچھ پڑھا جارہا ہے، بس۔ اور اس کے بعد وہ بالکل آزاد.....!

لیکن اسلام نے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بالکل پلٹ دیا، اور پوری زندگی کو اللہ کی اطاعت اور اللہ کی عبودیت میں ڈھال دیا، اور اللہ کی عبودیت میں پوری زندگی کو تحلیل کردیا، کہ اب سب کچھ اللہ کا ہے۔ غیر اللہ کا کچھ نہیں، بے شک تمہیں کھانے پینے کی آزادی حدود کے اندر کہ "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" کھاؤ پیو، حلال وپاک چیزیں، لیکن جو کام کرو، اول تو اللہ کے احکام دیکھ کر کرو، پھر اللہ کی رضامندی کی نیت کرکے کرو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری زندگی عبادت بن جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت صاف لفظوں میں کہا:

"اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کہ میری "صلوٰۃ" (جو عبادت کا سب سے بڑا نمائندہ ہے) میری بندگی، میرا زہد، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب اللہ کے لئے ہے۔

یہ بہت بڑی چیز ہے، پوری زندگی کے لئے کافی ہے، کہ جن کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبودیت میں اور اپنی محبوبیت میں ڈھال دیا تھا، بالکل اس کو خالص عبادت ہی بنادیا تھا، وہ اللہ کا برگزیدہ بندہ کہہ رہا ہے، پھر اس کی زبان سے کہلوایا گیا قرآن مجید میں تاکہ قیامت تک کے مسلمان اس کو پڑھیں، اور اس کو اپنے لئے مشعل ہدایت بنائیں۔

کہ کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) "اِنَّ صَلَاتِيْ" میری نماز، میری عبادت، "وَنُسُكِيْ" میری قربانی۔

"نُسُك" کا لفظ بھی بہت وسیع ہے، میرا زہد، میرا تقویٰ، میرا کسی چیز کو چھوڑ دینا، اور نہ کرنا، اور میری قربانی، "وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ" جینا اور مرنا، "لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" سب اللہ کے لئے ہے۔

کون سا اللہ؟ اور میں کیوں یہ کرتا ہوں؟ "لَاشَرِيْكَ لَهٗ" کوئی شریک نہیں اس کا، تو کسی عبادت میں کوئی شریک نہ ہونا چاہئے "لَا شَرِيْكَ لَهٗ" یہاں ایک نگینہ کی طرح آگیا ہے، کہ نماز، روزہ اور کھانے پینے کو کیوں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اس لئے کہ اس کا کوئی شریک ہی نہیں، اگر کوئی شریک ہوتا تو میں کہتا، کہ نماز اللہ کی اور کھانا دوسرے کا، لیکن اس کا کوئی شریک ہے ہی نہیں،

❁❁❁

اپنے بے نور چراغوں کو ضیاء دی جائے
نہ کہ ہمسایہ کی قندیل بجھادی جائے

بیرونی ممالک میں ہمارے نمائندے
جناب طارق عسکری
P.O. Box No. 3040
Madina Munawwara, (K.S.A.)
ڈاکٹر محمد اکرم ندوی
Oxford Center for Islamic Studies,
George Street, Oxford Ox12AR
جناب یحیی ندوی
P.O.Box No.388,Vereninging (S.Africa)
قاری عبدالحمید ندوی
P.O. Box No. 12525, Dubai (U.A.E.)
جناب محمد خالد ندوی
P.O. Box No. 51625 Dubai (U.A.E.)
ڈاکٹر آفتاب عالم ندوی
P.O. Box No.1513, Doha, Qatar
ڈاکٹر ایم اے صمد یحیی
98- Conklin Ave. Woodmere,
New York 11598 (U.S.A)

شرائط ایجنسی
۱- پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲- فی کاپی پندرہ روپے کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳- کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار
۱- فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ چالیس روپے۔
۲- فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر نگین صفحہ پچاس روپے۔
۳- کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا۔
۴- اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵- انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر اسی روپے۔

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، اگر جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں۔

Resi : 2268177
Mobile : 9415002535
Shop : 2213736
2500667

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ رسالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر : محمد اسلم

Haji Safiullah
Jewellers

Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

Shop: 260890
Resi: 269562

MOHD. IRFAN
PROPRIETOR

NEW KAREEM JEWELLERS

نیو کریم جویلرس

دوکان نمبر ا بلد مارکیٹ ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

مولانا حکیم سید عبدالحیؒ حسنی کے قلم سے

الھند فی العہد الاسلامی

ہندوستان میں عہد اسلامی کی مکمل تاریخ، مسلم حکمرانوں، سیاسی، سماجی، واقتصادی خدمات کا جائزہ نیز ملک کے جغرافیائی حالات پر مشتمل مباحث کا مجموعہ جو کہ فن تاریخ نویسی اور تاریخی مآخذ میں مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ صفحات: ۴۴۰ قیمت: -/Rs.150

اصلاح

رشتہ داروں کے حقوق، صلہ رحمی کے فضائل، اہمیت وضرورت پر مشتمل مختصر لیکن مؤثر رسالہ۔ صفحات: ۴۴ قیمت: -/Rs.6

ملنے کے پتے

مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء، لکھنؤ

Fac 91-512-2462039
2462311
Resi: 2451177

Paradise

LEATHER FINISHERS

Manufacturers & Suppliers Of Finished Leather & Leather Goods

E-Mail:
• PLFsajid1@Radiffmail.com
• PLFsajid1@ Datainfosys.net

MIG-37, K.D.A. COLONY, JAJMAU KANPUR-208010

بمبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گذارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building, S.V. Patel Road,
Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 3460220, 3468708
Tel. (R) 3095852

۱۲ نمبر اور ۱۲×۷ کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے

آخری صفحہ

امین الدین شجاع الدین

شکایت نہیں، حل

ایک شمارہ کا مسودہ لے کر اشاعت کے لئے جب میں پریس پہنچا تو Negative پلیٹ بنانے والے ٹیکنیشین (Technician) نے کہا کہ اس مرتبہ آپ کے ٹائٹل کے اشتہارات اپنی مطلوبہ سائز سے کچھ بڑے ہیں۔ جواب میں میں نے کہا کہ آپ شکایت کرنے کے بجائے اس رُخ پر سوچئے کہ مسئلہ کا حل کیا ہوسکتا ہے۔ پاس ہی کھڑے ہوئے دوسرے ٹیکنیشین نے کہا کہ اس اشتہار کو مطلوبہ سائز پر لانے کے لئے Reduce کیا جاسکتا ہے چنانچہ اسے Reduce کیا گیا اور مسئلہ حل ہوگیا۔

آج کاغذ کے مواد (Matter) کو گھٹانے (Reduce) یا بڑھانے (Enlarge) کے اس عمل کا مشاہدہ ایک عام آدمی کو بھی زیراکس یا photostate کی مشینوں پر آئے دن پیش آتا رہتا ہے۔ Reduce کرنے یعنی گھٹانے اور Enlarge کرنے یعنی بڑھانے کے اس عمل کو دوسرے لفظوں میں Adjustment بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک دوسری مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ دوران سفر ریل یا بس کی سیٹ (Seat) پر آپ تشریف فرما ہیں اور آپ دیکھتے ہیں کہ ایک معمر شخص کھڑا ہوا ہے اگر آپ کچھ گنجائش نکال کر اس معمر شخص کو بھی اپنے پاس بیٹھنے کے لئے جگہ بنادیں تو یہ عمل بھی Adjustment کہلائے گا۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو بے زبان زیراکس (Zerox) مشین بھی اپنے آپ میں ایک پیغام رکھتی ہے۔ Enlarge اور Reduce کرنے کی اس میں پائی جانے والی صلاحیت کو دوسرے لفظوں میں لچک کی صلاحیت بھی کہا جاسکتا ہے۔ فطرت کی نشانیوں میں بھی لچک کے اس اصول کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے مثلاً تیز آندھیوں میں بھی ایسے پودے اور درخت محفوظ رہتے ہیں جن میں لچک کی صلاحیت ہوتی ہے جبکہ اس کے برخلاف ایسے درخت جو ہوا کے رُخ کو نہیں پہچانتے، وہ اُکھڑ جاتے اور اپنا وجود کھو بیٹھتے ہیں۔

زمین پر اُگی ہوئی سبز اور نرم گھاس کو دیکھئے، تیز وتند ہواؤں کے جھونکے اس گھاس پر سے گزر جاتے ہیں لیکن گھاس کی صحت پر کوئی اثر نہیں ڈال پاتے۔ نرم گھاس کی نرم روی اسے ہواؤں کی تیزی وتندی سے بچالے جاتی ہے۔ نرم گھاس کا طرز عمل یہ بتاتا ہے کہ وہ ہوا کی تیزی وتندی کی شاکی نہیں ہوتی بلکہ درپیش صورت حال کے نقصان دہ پہلو سے خود کو بچالے جانے کا رویہ اپناتی اور اس کا سلیقہ رکھتی ہے، اس طرح نرم گھاس کی نرم روی میں بھی بڑا سبق ہے۔

فطرت کی ان نشانیوں میں سے ایک مثال نرم گھاس کی ہوئی جو تیز وتند ہواؤں سے بچنے کی صلاحیت کی حامل ہوتی اور اپنے اندر لچک کا پہلو رکھتی ہے جبکہ فطرت کی نشانیوں میں ایک شاہ بلوط کا درخت بھی ہے جو طوفانی جھکڑوں سے محفوظ رہنے کے لئے مستحکم ومضبوط ہونے کی صلاحیت وقوت رکھتا ہے اور ہواؤں کے تھپیڑے اس کا کچھ بگاڑ نہیں پاتے۔

فطرت کی یہ خاموش نشانیاں زبان حال سے بتاتی ہیں کہ مسائل کے حل کے لئے نرم گھاس کی سی لچک بھی درکار ہے اور شاہ بلوط کے درخت کی سی سختی ومضبوطی بھی۔ جس طرح سے دن اور رات یا سردی اور گرمی جیسی متضاد چیزیں اس کارخانۂ عالم کے نظام کو چلانے کے لئے ناگزیر ہیں اسی طرح رویہ اور طرز عمل میں بھی حسب ضرورت لچک ونرم روی اور استحکام اور قوت دونوں ہی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایک ہی آسمان پر مگر الگ الگ اوقات میں سورج بھی چمکتا ہے اور چاند بھی۔ سورج کی روشنی تپش وتمازت کی مظہر ہے اور چاند کی چاندنی ٹھنڈک کی، البتہ یہ بات یاد رہے کہ لچک کے اس اصول کا تعلق زندگی کے عام رویہ سے ہے، رہی بات قانون الٰہی، شریعت اسلامی اور اس سے متعلقہ مسائل کی، تو اس کا اٹل قانون سب کو معلوم ہے، لاتبدیل لکلمات اللہ۔ اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کا صدیوں سے چلا آرہا موقف بھی سب پر واضح ہے کہ ''—— مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند''